THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل قادیان

جماعت احمدیہ کا مرکزی جریدہ (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۷۴ | مورخہ ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء | یوم جمعہ | مطابق ۱۳ رمضان سنہ ۱۳۴۵ | جلد ۱۴

فہرست مضامین

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے پڑھایا اور قبرستان تک تشریف لے گئے ۱۵ مارچ کی دوپہر کو مرحومہ مقبرہ بہشتی میں دفن کی گئیں احباب دعا کریں۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل بخشے۔

مدینۃ المسیح

بمبئی سے بذریعہ تار اطلاع پہنچی ہے کہ جناب صوفی غلام محمد صاحب بی اے مبلغ ماریشس ۱۷ مارچ کو بمبئی سے روانہ ہو گئے ہیں۔ اور انشاء اللہ کل ۱۹ مارچ کی دوپہر کو بٹالہ پہنچیں گے۔

افسوس! محترمہ حبیبہ بیگم بنت خان صاحب منشی فرزند علی صاحب لمبی بیماری کے بعد ۱۴۔ ۱۵ مارچ کی درمیانی رات آٹھ بجے کے قریب فوت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ آخر وقت تک گفتگو کرتی رہیں اور موجود رشتہ داروں سے ان کے رشتہ کے مطابق وفات سے تین گھنٹہ قبل آخری باتیں کرنی شروع کر دیں۔ خان صاحب فرماتے ہیں۔ اس گفتگو کے دوران میں کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جس سے مرحومہ نے مجھے کہا۔ میں آپ کی خدمت نہ کر سکی کسی قسم کی رقت کا اظہار نہ کیا۔ حالانکہ گفتگو سننے والے سب رو رہے تھے۔ مرحومہ نہایت سعیدہ اور [illegible] تھیں۔ مدرسہ خواتین میں باوجود گھر والی ہونے کے داخل ہوئیں۔ اور اس شوق اور محنت سے پڑھتی رہیں کہ سب سے اول رہیں۔ مرحومہ جو ارادے اپنے دل میں رکھتی تھیں وہ بہت ہی شاندار تھے۔ لیکن افسوس موت نے مہلت نہ دی۔ جنازہ

لاہور میں احمدی علماء کے لیکچر

امسال انجمن احمدیہ لاہور نے اپنا سالانہ جلسہ ۲۳ فروری سے ۲ مارچ تک رکھا۔ اور جلسہ گاہ موچی دروازہ کے باہر جہاں سلطان لاہور کے متواتر دو ماہ سے جلسے ہو رہے ہیں، آراستہ کی۔ گو موسم کی خرابی کی وجہ سے پروگرام میں تغیر کرنا پڑا۔ مگر بفضلہ تعالیٰ جلسہ نہایت کامیابی سے ہوا۔

جماعت احمدیہ لاہور نے نہ صرف بعض سربرآوردہ احمدی مقررین کو مدعو کیا۔ اور ان کی تقاریر سے اہل لاہور کو فائدہ پہنچایا بلکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ورود لاہور سے فائدہ اٹھا کر پبلک لاہور کو حضور کے کلمات طیبات سے مستفیض ہونے کا موقع دیا۔

تقریروں کا خلاصہ

پروگرام میں خدا کے فضل سے ایسی ترتیب تھی۔ جو پبلک کو متوجہ کئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ اور تقریروں [illegible] کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ہر روز پہلے سے زیادہ مجمع ہوتا تھا۔ جناب [illegible] علی صاحب

نے محاسن اسلام کا ذکر کرتے ہوئے وید و قرآن کی تعلیم کا مقابلہ بھی کیا۔ کفر کے مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی۔ اور فرمایا۔ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے۔ بلکہ لوگ خود اپنے تئیں کافر کہتے ہیں۔ اور ہم صرف ان کے قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ کفر کے معنے انکار کے ہیں۔ جو لوگ کسی صداقت کے منکر ہیں۔ وہ اس کے کافر ہیں۔ قرآن کریم کے معارف کو جناب حافظ صاحب نے جس خوبی سے بیان کیا اسے سامعین نے نہایت توجہ سے سُنا اور لطف اُٹھایا۔ جناب حافظ صاحب کی تقریر کے وقت جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر صدر جلسہ تھے۔ آپ نے افتتاح جلسہ کے وقت اور خاتمہ پر مختصر سی تقریر کی۔ جس میں ملک میں فتنہ و فساد کی آگ کو بجھانے کا ذریعہ بتایا۔ کہ شردھانند صاحب کی مناسب یادگار یہ ہو سکتی ہے۔ کہ آئندہ مذہبی تبلیغ میں صرف اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ دوسرے مذاہب کے واجب الاحترام بانیوں کو گالیاں نہ دی جائیں۔

نیّر صاحب کی تقریر کا پبلک پر اثر تھا۔ اور آپ نے دوسرے دن جو تقریر کرنی تھی۔ اس کا اعلان کیا۔

۲۵ فروری کو لوگوں کا مجمع پہلے سے زیادہ تھا۔ اور مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر کی تقریر کو جو کہ ان کے ذاتی تجربات میدان تبلیغ کے بیان کرنے اور جماعت احمدیہ کے مبلغین کے طرز تبلیغ اور کارناموں پر مشتمل تھی۔ لوگوں نے بہت توجہ سے سُنا۔ اور پسند کیا۔ پنڈال پورے طور پر بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ جزائر بحر ہند کے اندر ماریشس، سیلون، سماٹرا اور پھر آسٹریلیا میں دار التبلیغ قائم کئے گئے ہیں۔ اور یہ سب مقام ایک خاص ترتیب سے واقع ہوئے ہیں۔ مسیحی مبلغین کے گھر یعنی لنڈن و امریکہ میں مساجد بنادی گئی ہیں۔ مسیحیت کے گھر شام اور بابی بہائی تحریک کے منبع ایران میں اور بولشویک روس کے اندر احمدی مبلغین کام کر رہے ہیں۔ اور باقاعدہ مشن ہیں۔ افریقہ کے جس حصہ میں مغربی تہذیب کا سب سے زیادہ اثر ہے۔ وہ مغربی افریقہ ہے۔ اور وہاں مدارس و مساجد بنائی گئی ہیں۔ اور ایمان، لٹریچر، مدارس، وعظ، ملاقات، دوروں، فضل الٰہی اور دعا سے کام چل رہا ہے۔ مسیحیت کی کوششوں سے لوگ عیسائی ہو کر تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوئے۔ اور تیار شدہ لوگ خدا نے ہمیں دیدئے ہیں۔ آریہ سماج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ سماج بطور مذہب مر چکی ہے۔ پنڈت لیکھرام کی موت نے اس پر مذہبًا موت وارد کی اور شردھانند جی کی موت سے سیاسی موت آگئی ہے۔ اور جیسا کہ پروفیسر پیروالی نے لنڈن کانفرنس مذاہب ۱۹۲۴ء میں کہا تھا۔ آئندہ ۵۰ یا سو سال [illegible] ہندو مذہب [illegible] ہو جائیگی۔

۲۶ فروری کو جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال ناظر دعوت و تبلیغ کا عالمانہ پُر از معلومات لیکچر تھا۔ جس میں بتایا گیا۔ ہندوستان میں کس طرح اور کن طریق سے اشاعت اسلام ہوئی۔ اور کس کس طرح مسلمان مبلغین نے تاریک ہند میں اسلام کی ضیا باریاں کیں۔ آپ نے واقعات سے اسلام کے بزور شمشیر پھیلنے کے اعتراض کا ازالہ فرمایا۔ اہل علم طبقہ نے اس تقریر کو بہت پسند کیا۔ اور طلباء کے کالج کی خواہش ہے کہ اسے کتاب کی شکل میں شائع کیا جائے۔

۲۷ و ۲۸ فروری کو مولانا میر قاسم علی صاحب نے آریہ سماج کے قصر پر ان کے تیار کردہ بمب گرائے۔ اور بتایا کہ جس مذہب کی مقدس کتاب میں اس کے بانی نے کسی واجب الاحترام بزرگ کی شان میں گستاخی کا بدترین کلمہ استعمال کرنے سے دریغ نہ کیا ہو۔ وہ مذہب کس طرح امن قائم کر سکتا اور مہذب لوگوں کا دین ہو سکتا ہے۔ آریہ سماج کی مسلمہ کتب کے حوالوں سے ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو آریہ سماج کے اندرونہ سے واقف کر کے اس سوسائٹی کی حقیقت سے آگاہ کیا۔

یکم مارچ کو نیّر صاحب کا لینٹرن لیکچر ہوا۔ جو ان کے سابقہ لیکچر کا عملی پہلو تھا۔ لاہور میں احمدی جلسوں میں نہ پہلے اس قدر مخلوق شامل ہوئی۔ اور نہ اس توجہ سے لوگوں نے کبھی پہلے احمدی تقریروں کو سُنا تھا۔ قریبًا پانچ ہزار کا مجمع تھا۔ اور سب بُت بنے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ مبارک اور آپ کے خلفاء کی تصویروں کے علاوہ ڈوئی لیکھرام اور افتتاح مسجد لنڈن اور مختلف ممالک میں احمدی مبلغین کے فوٹو دکھلائے گئے۔ اور لوگوں پر یہ اثر تھا کہ تقریر کے بعد بھی کوئی اُٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ آخری تقریر خدا کے فضل سے بہت ہی مقبول ہوئی۔ مولوی صاحب کو ہر طرف سے مبارکباد کی صدائیں آئیں۔ ہر مذہب کے لوگوں نے احمدی جماعت کی تبلیغی کوششوں کا اعتراف کیا۔ اور اس لیکچر کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح کے لیکچر کا بھی اعلان ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (نامہ نگار)

اخبار احمدیہ

رشتوں کی ضرورت

ہمارے ایک سرحدی احمدی بھائی جو ضلع کوہاٹ میں رہتے ہیں۔ ان کی تین لڑکیوں کے لئے احمدی لڑکے مطلوب ہیں۔ لڑکیاں بالغ ہیں۔ پڑھی لکھی ہیں۔ احتمال ہے۔ کہ اگر احمدی لڑکے نہ مل سکے۔ تو غیر احمدی رشتہ دار ان کو اپنی طرف کھینچ لیں۔ اس لئے اضلاع کوہاٹ، بنوں اور پشاور کی احمدی جماعتیں بہت جلد قابل عقد لڑکوں کے نام سے اطلاع دیں۔ سرحد کے ایسے احمدی جو پنجاب یا دیگر صوبوں میں ہوں۔ وہ بھی درخواست کر سکتے ہیں۔

(۲) ضلع کوہاٹ کے ایک معزز احمدی کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ واصل باقی نویس ہیں۔ پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ بچے بھی ہیں۔ گذارہ اچھا ہے۔ مذکورہ بالا اضلاع کی انجمنہائے احمدیہ ان کے رشتہ کے لئے بھی کوشش کر کے اطلاع دیں۔ پنجاب کے احمدی احباب بھی ان کے لئے کوشش کریں۔ محمد صادق۔ ناظر امور عامہ۔ قادیان۔

درخواستہائے دُعا

دختر کلاں شیخ حسن صاحب احمدی امیر جماعت یادگیر، اہلیہ محمد اسمٰعیل غوری احمدی ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ جماعت احمدیہ سے استدعا ہے۔ ہر روز پنجوقتہ نمازوں میں دردِ دل سے صحت کے لئے دُعا فرمائیں۔ محمد اسمٰعیل یادگیر

(۲) میری چھوٹی لڑکی بیمار ہے۔ اس کی صحت کاملہ کیواسطے اور میرے ملازمت پر مستقل ہونے اور ترقیات رُوحانی اور مخالفین کی شرارت سے محفوظ رہنے اور چودھری نور الدین صاحب کے اولاد اور ان کی اہلیہ کے شفایاب اور ان کے ہر مقاصد میں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

عاجز عبدالغفور خان احمدی کراچی

(۳) میرا ننھا بچہ بیمار ہے۔ احباب دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ کہ خداتعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بچہ کو کامل صحت عطا فرمائے۔ علی احمد برہانپور

(۴) جماعت کراچی کے مخلص اور جوشیلے نوجوان شیخ اعجاز علی صاحب جو عرصہ دو سال سے سب انسپکٹر پولیس تھے۔ بعض محکمانہ مشکلات میں ہیں۔ احباب کرام بشدّت ان کے لئے دُعا فرمائیں۔ کہ مولا کریم ان کو جلد عہدہ سب انسپکٹری پر ترقی عطا فرمائے۔ نیاز محمد کراچی

ولادت

برادرم شیخ محمد طفیل صاحب سب اوورسیر [illegible] بمبئی ساکن [illegible] کے گھر میں لڑکی تولد ہوئی جس کا نام سلیمہ رکھا گیا۔ اس خوشی میں برادرم مذکور نے ایک روپیہ الفضل فنڈ کو عطا کیا۔ عزیزہ سلیمہ اور زچہ کے لئے برادرم مذکور دعا کی التجا کرتے ہیں۔ طالب دعا اسمٰعیل آدم

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں سے ۱۶ فروری مجھ کو پوتا عنایت کیا ہے۔ سب برادران مولود مسعود کی درازیٔ عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار گلاب خان پنشنر۔ از مین پوری

(۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے شیخ رفیع الدین احمد صاحب سب انسپکٹر پولیس کو جو بہت مخلص اور صالح نوجوان ہیں۔ دو فرزند نرینہ عطا فرمائے ہیں۔ حضرت اقدس نے ان کے نام منیر الدین احمد اور بشیر الدین احمد تجویز فرمائے۔ احباب دعا فرمائیں کہ مولا کریم ان بچوں کو نیک خادم اسلام، طویل العمر اور دین و دنیا میں کامیاب بنائے۔

خاکسار نیاز محمد از کراچی

ایک ضروری تصحیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بریڈلا ہال لاہور والی تقریر کا جو حصہ گذشتہ پرچہ میں چھپا ہے۔ اس میں صفحہ ۸ کالم ۳ کے نچلے حصہ میں جو آیت درج ہے اس میں "قریہ" کا لفظ بجائے "اُمت" کے سہواً لکھا گیا ہے جو غلط ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

یوم جمعہ قادیان دارالامان - ۱۸ مارچ ۱۹۲۷ء

خواجہ حسن نظامی صاحب کی "کرامات"

بددعا اور ہلاکت کی پیشگوئی

نمبر ۱

یوں تو خواجہ حسن نظامی صاحب اپنے کم سن بچوں کی "کرامات" کا بھی بڑے شوق اور سرگرمی سے اعلان کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب آپ کے ایک پُرجوش معتقد نے آپ کی طرف ایک بہت "بڑی کرامت" منسوب کرنے کی کوشش کی۔ تا دنیا آپ کو "مستجاب الدعوات بزرگ" اور "صاحب کرامات" مان لے۔ تو آپ نے بڑے زور سے اس کرامت سے اپنی بریّت کا اعلان کر دیا تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ دہلی کے اخبار "جنرل نیوز" نے اپنے ۱۲ جنوری ۱۹۲۷ء کے پرچہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی متعلق پنڈت لیکھرام کے پورے ہونے کا ذکر کرتے ہوئے جہاں یہ لکھا:-

"یہ مستجاب الدعوات لوگ جنہوں نے خدا کی اطاعت اور بندگی کی۔ ان کی دعائیں کب مسترد ہوئی ہیں"

وہاں ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا:-

"ایسے ہی خواجہ حسن نظامی اس وقت مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔ صاحب کرامات ہیں۔ جو اسلام کی کشتی کے اس وقت کھویا مانے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے وعظ و تلقین سے لاکھوں گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔ بس آریہ صاحبان نے لیکھرام کے قتل کے وقت حضرت مجدد العصر مرزا غلام احمد قادیانی پر یہ افترا باندھا تھا

سازش سے جس کی آخر پنڈت مرا تھا کٹ کر
ماتم بڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

اسی طرح اب اگر آریہ صاحبان کہیں کہ

سازش سے ہے اسی کی مارا گیا سوامی
اس قتل کا ہے بانی خواجہ حسن نظامی

تو یہ ان کی پرانی عادت اور رٹ ہے۔ مگر زیادہ سے زیادہ اتنا ہی باور کیا جا سکتا ہے کہ

صرف اس کی بددعا سے مارا گیا سوامی
اک مرد پارسا ہے خواجہ حسن نظامی"

خواجہ صاحب کو "صاحب کرامات" اور "مستجاب الدعوات بزرگ" ثابت کرنے کے لئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ ایک بہترین کوشش تھی۔ لیکن اس سب کئے کرائے پر خواجہ صاحب نے خود اپنے ہاتھوں خاک ڈالتے ہوئے لکھ دیا:-

"اخبار جنرل نیوز دہلی نے لکھا ہے کہ خواجہ صاحب پر شردھانند کے قتل کی سازش کا الزام محض بہتان ہے۔ مگر ممکن ہے کہ انہوں نے سوامی جی کے لئے بددعا کی ہو۔ اخبار مذکور کو معلوم نہیں ہے۔ کہ میں کسی کی ہلاکت یا جسمانی یا روحانی نقصان کے لئے بددعا نہیں کیا کرتا" (درویشی یکم فروری)

اسی ذکر میں مکرر فرماتے ہیں:-

"بعض لوگ یہ بھی سمجھ رہے ہیں۔ کہ یہ واقعہ خواجہ صاحب کی کرامت ہے۔ کیونکہ انہوں نے غریبوں کے اخبار کے نظم اور کارٹون میں اس کی پیشگوئی کر دی تھی۔ اور وہ پیشگوئی دو تین دن کے اندر پوری ہو گئی۔ مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے نہ یہ واقعہ میری کرامت سے ہوا۔ نہ میں نے اس کی پیشگوئی کی تھی۔ اور نہ مجھکو ایسی پیشین گوئیاں کرنے کی عادت ہے" (حوالہ مذکور)

خواجہ صاحب نے شردھانند جی کے قتل کو اپنی بددعا اور کرامت کا نتیجہ نہ سمجھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ کہ "میں کسی کی ہلاکت یا جسمانی اور روحانی نقصان کے لئے بددعا نہیں کیا کرتا" یعنی خواجہ صاحب نے شردھانند جی کی ہلاکت کے لئے ہی پیشگوئی نہیں کی تھی۔ بلکہ اس سے پہلے بھی انہوں نے کسی کے متعلق اس قسم کی پیشگوئی کبھی نہیں کی۔ چنانچہ اسی امر کو تقویت دینے کے لئے فرماتے ہیں "نہ مجھکو ایسی پیشگوئیاں کرنے کی عادت ہے" لیکن سوال یہ ہے۔ کہ خواجہ صاحب جو کچھ فرماتے ہیں۔ اسے درست مانا جائے۔ یا اس خوف و ہراس کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ جو شردھانند جی کے واقعہ سے ان پر طاری ہوا۔ اور جس کا ذکر مولانا محمد علی نے اپنے اخبار "ہمدرد" (۱۲ جنوری) میں اس طرح کیا تھا:-

"حسن نظامی سوامی شردھانند کے قتل کے بعد سے خوف زدہ ہو کر مع اپنی ذریات کے جو اس سے پیشتر دریدہ دہنی اور بے باکی سے سب کچھ بک رہے تھے گھر میں چھپا بیٹھا ہے"

حقیقت یہ ہے۔ اگر خواجہ صاحب کو سوامی شردھانند جی کے قتل پر اپنے متعلق خطرہ نہ پیدا ہو جاتا۔ وہ اپنی حفاظت اور بچاؤ کے لئے مخبر بر محکمہ پولیس سے امداد کے خواہاں نہ ہوتے اور پولیس کے اعلیٰ افسروں کو اپنے متعلق تفتیش میں مصروف نہ پاتے۔ تو شردھانند جی کے قتل کے واقعہ کو اپنی شہرت اور ناموری۔ اپنی کرامت اور بزرگی کے ثبوت میں اس طمطراق سے پیش فرماتے۔ جس کی کوئی حد نہ تھی۔ لیکن انہیں چونکہ لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس لئے نہ صرف اپنے کشوف و کرامات یکسر بھول گئے بلکہ اپنی بریّت کی خاطر دیدہ دانستہ غلط بیانی اور دھوکہ دہی پر بھی اتر آئے۔

حیرت ہے۔ وہ خواجہ صاحب جو چند ہی دن قبل مولانا محمد علی صاحب کو مرعوب کرنے کی خاطر یہاں تک لکھ چکے ہوں۔

"مسٹر محمد علی کی قیامت ۳۱ دسمبر کو ہوگی۔ اور میں ۳۱ دسمبر ۲۶ء کو اپنا جواب ختم کر دونگا" (غریبوں کا اخبار ۱۹ دسمبر)

انہیں یہ کہنے کی کس طرح جرأت ہوگئی۔ کہ "مجھکو ایسی پیشین گوئیاں کرنے کی عادت نہیں ہے۔ غالباً خواجہ صاحب بھی اس سے انکار نہیں کرینگے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کی قیامت سے مُراد ان کے کسی نقصان اٹھانے سے ہی تھی۔ لیکن اگر وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو ہم انہیں کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم ایسا بڑا ثبوت رکھتے ہیں جس سے انکار کی قطعاً جرأت نہیں کر سکیں گے۔

خواجہ صاحب کو یاد ہوگا۔ انہوں نے ۱۹۱۷ء میں جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کو ایک چیلنج دیا تھا۔ جس کا نام مباہلہ رکھا تھا اور رسالہ "نظام المشائخ" کے محرم نمبر میں شائع کیا۔ اس کے الفاظ اگر خواجہ صاحب اب پڑھیں گے۔ تو انہیں اعتراف کرنا پڑے گا۔ ان کا یہ کہنا قطعاً صحیح نہیں ہے "کہ میں کسی کی ہلاکت جسمانی اور روحانی نقصان کے لئے بددعا نہیں کیا کرتا" اور نہ یہ درست ہے۔ "نہ مجھ کو ایسی پیشین گوئیاں کرنے کی عادت ہے" کیونکہ وہ الفاظ پکار پکار کر بتلا رہے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب اپنے مخالف کے لئے ہلاکت کی بددعا کرنے اور پھر اس بددعا کے پورا ہونے کی پیشگوئی کرنے میں بہت دلیر ہیں۔ اب صرف شردھانند جی کے واقعہ نے انہیں بے دل کر دیا ہے جس میں ملوث ہونے کے ڈر سے وہ اپنے کشوف اور کرامات سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے انھوں نے لکھا تھا۔

"آستانہ غریب نواز کی مسجد میں میرزا صاحب میرے ساتھ کھڑے ہوں۔ اور اپنی باطنی قوت کے تمام حربے مجھ پر آزمائیں۔ اور جب وہ اپنی ساری کرامت آزما چکیں۔ تو مجھ کو اجازت دیں۔ کہ میں صرف یہ کہوں۔ کہ اے خدا بطفیل اس صاحب مزار کی حقانیت کے اپنی صداقت کو ظاہر کر۔ اور ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو۔ اس کو اسی وقت اور اسی لمحہ ہلاک کر دے۔ اور اس کے بعد میرزا محمود کو اجازت دی جائے۔ کہ وہ اپنے الفاظ میں جو دعا چاہیں کریں۔ میعاد صرف ایک گھنٹہ کی مقرر کی جائے۔ یعنی دونوں آدمیوں میں سے ایک پر ایک گھنٹہ کے اندر اس دعا کا اثر ہونا چاہیے۔ اگر تم کو یہ مباہلہ منظور ہو۔ تو ربیع الاول ۱۳۳۶ھ کی چھٹی تاریخ کو

اپنے حواریوں کو لے کر اجمیر آ جاؤ۔ "گورنمنٹ سے اجازت لینا اور انتظام کرنا یہ سب تمہارے ذمہ ہوگا۔ اور تم کو باضابطہ ایک تحریر دینی پڑیگی۔ کہ اگر میں آج مرگیا تو میرے وارث حسن نظامی پر خون کا دعویٰ نہ کرینگے۔ نہ سرکار کو اس میں دخل دینے کا اختیار ہوگا۔ ایسی ہی تحریریں بھی اپنے وارثوں سے سرکار میں داخل کرا دوں گا"

کیا براہ مہربانی جناب خواجہ صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ یہ سطور جو اوپر نقل کی گئی ہیں۔ اور ان کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں۔ ان میں انہوں نے "کسی کی ہلاکت یا جسمانی اور روحانی نقصان کے لئے بددعا کرنے کا اعلان کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے اور یقیناً کیا ہے تو ان کا یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ میں "بددعا نہیں کیا کرتا"

خواجہ صاحب کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ نہ صرف بددعا کیا کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے بہت بڑے شائق بھی ہیں۔ اور بددعا کے ساتھ ہی اپنے مخالف کی ہلاکت کی پیشگوئی بھی کر دیا کرتے ہیں۔ اگلی صحبت میں انشاء اللہ بتایا جائیگا۔ کہ خواجہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو مباہلہ کا جو چیلنج دیا تھا۔ اس میں کیسی کیسی لن ترانیاں کی تھیں اور کیسے کیسے خوفناک الفاظ میں ہلاک کر دینے کی دھمکیاں دی تھیں۔ اگرچہ یہ سب گیدڑ بھبکیاں تھیں۔ اور ان کا انجام بھی ہوا۔ جو ہونا چاہیئے تھا۔ یعنی خواجہ صاحب کو اس بارے میں اس قدر ذلت اور ناکامی نصیب ہوئی۔ کہ آخر انہوں نے قعر گمنامی میں روپوش ہو جانا ضروری سمجھا۔ لیکن یہ تو ظاہر ہو گیا کہ خواجہ صاحب اپنے مخالفین کی ہلاکت یا جسمانی اور روحانی نقصان کے لئے بددعا کرنا بھی اپنی بڑائی اور بزرگی کے اظہار کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس حربہ سے مرعوب کرنے کے لئے بھی کوشاں رہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ انہیں اس میں سوائے ناکامی اور نامرادی کے کبھی کچھ نہ حاصل ہوا۔

مسیح موعود کا ذکر کیوں چھوڑ دیا

سوامی شردھانند جی کے قتل کے متعلق مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین نے جو مضمون لکھا تھا۔ اسے خواجہ حسن نظامی صاحب کے نائب ایڈیٹر صاحب درویش نے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ جس کا ایک نسخہ ہمیں بھی اظہار رائے کے لئے بھیجا ہے۔ ٹریکٹ کو دیکھ کر اس بات پر حیرت ہوئی کہ مولوی صاحب نے اپنے طویل مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو مختصر ذکر کیا تھا اسے بالکل حذف کر دیا گیا ہے۔ اور مزید حیرت یہ معلوم ہونے پر ہوئی۔ کہ [illegible] رضامندی اور اجازت سے کیا گیا ہے۔ افسوس ہے۔ رسالہ کے سر ورق پر بالفاظ جلی "مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ" تو لکھا ہو۔ لیکن اندر سے اس

کروڑوں انسانوں کی دل آزاری کرنیوالے مجرم سے آریوں کی ہمدردی

شردھانند جی کے قتل کے خلاف جس بلند آہنگی سے مسلمانوں نے آواز اٹھائی۔ اور اس فعل کا ارتکاب کرنے والے کے متعلق جس کثرت سے اظہار نفرت کیا گیا۔ وہ اپنی مثال آپ ہی تھا۔ اور یہ اس بات کا ثبوت تھا۔ کہ مسلمان مذہبی اختلافات کے باعث جبر و تشدد کو سخت حقارت سے دیکھتے ہیں۔ خواہ اس کا استعمال شردھانند جی ایسے دشمن اسلام کے متعلق ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ لیکن آریہ صاحبان اس پر بھی راضی نہ ہوئے۔ اور انہوں نے قتل شردھانند جی کے متعلق افسوس کرنے کی ایک ہی صورت قرار دی ہے۔ اور وہ یہ کہ مسلمان اسلام چھوڑ کر آریہ ہو جائیں۔

یہ مطالبہ جس قدر بیجا اور لغویت سے پر تھا۔ وہ تو ظاہر ہی ہے مگر اس سے آریہ سماجیوں کی ذہنیت کا پتہ بھی بآسانی لگ سکتا ہے۔ اور معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ قوم مصیبت کے وقت اپنے ساتھ اظہار افسوس و رنج کرنے والوں سے بھی اس سے بہتر سلوک کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ انہیں اسلام چھوڑ کر اس مذہب کو قبول کرنے کی دعوت دے۔ جس کی تعلیم خود آریوں کے لئے مصائب کا موجب ہی ہوئی ہے۔

لیکن اس سے بھی بڑھکر ان کی شرارت یہ دیکھئے۔ کہ پنڈت کالی چرن جسے اسلام کے بانی کی شان میں بدزبانی کرکے کروڑوں انسانوں کے کلیجوں کو چھلنی کرنے کے جرم میں آگرہ کے مجسٹریٹ نے سزا دی ہے۔ اس کی ہمدردی میں اور اس کی حوصلہ افزائی کے لئے ہڑتالیں کی جا رہی ہیں جلسے کرکے مبارکبادیں دی جا رہی ہیں۔ اور اخباروں میں تعریفی مضامین لکھے جا رہے ہیں اور تو اور شردھانند جی کا جاری کردہ اخبار تیج جو ابھی اپنے سوامی کی صف ماتم سے بھی نہیں اٹھ سکا لکھتا ہے۔

"ہم پنڈت کالی چرن صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ اپنے پیشرو شہید دھرم شری پنڈت لیکھرام جی کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تحریر کے کام کو جاری رکھنے کے لئے بلیدان ہوئے۔" (۹ مارچ)

یہ الفاظ ایک ثابت شدہ مجرم کے متعلق اس اخبار نے لکھے ہیں جو چند ہی دن قبل اس بات پر بڑے رنج و غصہ کا اظہار کر چکا ہے کہ بعض لوگوں نے شردھانند جی کے قتل کے الزام میں گرفتار شدہ قاضی عبد الرشید کے لئے قانونی امداد بہم پہنچانے کی کوشش کیوں کی حالانکہ قانون کے رو سے اس وقت تک وہ مجرم ثابت نہ ہوا تھا اور اس بنا پر جو مسلمانوں کو بہت کچھ برا بھلا کہتا رہا ہے۔

جب پنڈت کالی چرن کے سے مجرموں اور فتنہ انگیزوں کی آریہ سماجیوں کی طرف سے جرم ثابت ہونے کے باوجود اس طرح حوصلہ افزائی کی جائے۔ تو کس طرح ممکن ہے کہ آریہ اپدیشک اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بدزبانی اور بیہودہ گوئی کرکے مسلمانوں کی دل آزاری کرنے سے باز آ سکیں۔ اور ملک میں امن قائم ہو سکے۔ پنڈت لیکھرام کی وصیت پر عمل کرنے کی اگر اسی طرح کوشش کی جاتی رہی جس طرح پنڈت کالی چرن نے کی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدزبانی کے اس سلسلہ کو جاری رکھا گیا۔ جو پنڈت لیکھرام نے شروع کیا تھا تو کون کہہ سکتا ہے۔ آریوں کو اس قسم کے واقعات سے بھی دو چار نہیں ہونا پڑیگا۔ جس قسم کے اس وقت تک پیش آ چکے ہیں۔ اور اس کی ذمہ داری خود ان پر عائد ہوگی۔

کاش! آریہ صاحبان! اس دل آزار روش کو بند کر دیں۔ اور ایسے جو لوگ اس کے مرتکب ہوں۔ ان کی نہ صرف کسی رنگ اور کسی طریق سے حوصلہ افزائی نہ کریں۔ بلکہ ان سے اسی طرح نفرت و حقارت کا اظہار کریں۔ جس طرح مسلمانوں نے شردھانند جی کے قاتل کے متعلق کیا۔

"الجمعیۃ" سے ایک اور مطالبہ

علماء کی جمعیت کے اخبار نے جس کا دعویٰ ہے۔ "ہندوستان کی سب سے بڑی مذہبی جماعت کا سہ روزہ اخبار" اپنے ۱۰ مارچ کے پرچہ کا "نکات و لطائف" کا کالم "جھوٹ" کے لئے وقف کرکے ایڈیٹر "تیج" میں جھوٹ بولنے کا ملکہ ثابت کرتے ہوئے خواہ مخواہ امام جماعت احمدیہ کے متعلق یہ جھوٹ بولا ہے کہ آپ ہر تیسرے دن سرکار کی خدمت میں ایک وفد بھیج کر مسئلہ جہاد کی مذمت کیا کرتے ہیں۔ اخبار مذکور کے ذمہ ہمارے پہلے جو مطالبات ہیں۔ اور جن کا آج تک اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان میں ایک اور کا اضافہ کرتے ہوئے ہم پوچھتے ہیں۔ کیا وہ اپنے مذکورہ بالا الفاظ کا کوئی ثبوت دے سکتا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اسے کیوں جھوٹ نہ سمجھا جائے۔ کیا علماء کے اخبار کے لئے جائز ہے۔ کہ جس قدر چاہے۔ جھوٹ بولتا جائے۔ ہمارا خیال ہے "الجمعیۃ" نے جو باتیں تیج کے خلاف پیش کی ہیں۔ ان کا بھی اگر اس سے ثبوت طلب کیا گیا تو وہ کچھ نہ دے سکیگا۔ تعجب ہے۔ دوسروں کو جھوٹا ثابت کرتے کرتے اپنے جھوٹے ہونے کا ثبوت "الجمعیۃ" نے اپنے ہاتھوں بہم پہنچا دیا۔

جمعیۃ کو اگر سلسلہ احمدیہ کے خلاف لکھنے کا شوق ہے۔ تو کسی دینی اور مذہبی مسئلہ کے متعلق تہذیب کے ساتھ لکھے۔ یہ کیا بیہودگی ہے۔ کہ مذہبی مسائل کی تحقیق کی طرف تو باوجود مطالبات کے رخ نہیں کیا جاتا۔ اور ادھر ادھر کی باتوں میں جھوٹ کے ذریعہ الجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بات یہ ہے اگر علماء کی جمعیۃ کا اخبار اس طرح نہ کرے تو یہ کس طرح ثابت ہو کہ اس زمانہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ کی تقریر بریڈلا ہال لاہور میں

ہندو مسلم فسادات ۔ ان کا علاج اور مسلمانوں کا آئیندہ طریق عمل

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسلام جبر سے پھیلا یا تبلیغ سے

منافرت اور حقارت پھیلانے کے لئے جہاں کتابیں شائع کیجا رہی ہیں ۔ وہاں اس بات کی بھی اشاعت کی جاتی ہے ۔ کہ اسلام جبر سے پھیلا ۔ یہ مضمون کثرت سے پھیلایا جا رہا ہے ۔ حالانکہ جس قدر امن کے ساتھ اسلام صرف اپنی تعلیمی خوبیوں کے لحاظ سے پھیلا ۔ اس کی مثال کہیں نظر نہیں آتی ۔ لیکن باوجود اس کے یہی کہا جاتا ہے اور بڑے زور شور سے کہا جاتا ہے ۔ کہ اسلام جبر سے پھیلا ۔ اچھا اگر فرض بھی کر لیا جائے ۔ اسلام جبر سے پھیلا ۔ تو اس زمانہ میں ان پرانے اور پچھلے قصوں کو دہرانے سے کیا حاصل ؟ اور ان کو تازہ کرنے سے کیا فائدہ ؟ ایسے لوگ جو یہ تسلیم نہیں کرتے ۔ کہ اسلام جبر سے نہیں پھیلا ۔ اگر وہ فرض بھی کر لیں ۔ کہ اسلام جبر سے پھیلا ۔ اور اس جبر کے فرضی اور وہمی قصے بھی پھیلائے جائیں ۔ تو بھی اس سے ہندوؤں کو کیا فائدہ ؟ یہ جبر جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہوا ۔ ہو چکا ۔ اب واپس نہیں آسکتا ۔ اس صورت میں پچھلے قصوں کے دہرانے سے سوائے لڑائی اور فساد کے اور کوئی بات پیدا نہیں ہو سکتی ۔ لیکن میں کہتا ہوں اسلام کے لئے کوئی جبر نہیں کیا گیا ۔ اسلام جب جبر کی تعلیم ہی نہیں دیتا ۔ تو یہ بات کس طرح قابل تسلیم ہو سکتی ہے ۔ کہ مسلمانوں نے اس کے لئے جبر روا رکھا ۔ اس مجمع میں ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی ۔ میں ان سب سے کہتا ہوں ۔ وہ گھروں میں جا کر اس پر غور کریں ۔ کہ پچھلے قصوں کے دہرانے سے فائدہ کیا ہے ۔ ان سے سوائے فساد پیدا ہونے کے اور کیا امید ہو سکتی ہے ۔ پچھلے قصوں کو دہرانا عام اس سے کہ وہ فرضی ہوں یا اصلی ہمیشہ فساد کا موجب ہؤا کرتا ہے ۔ پس میں ہندوؤں سے کہتا ہوں ۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ جبر ہؤا تو اب اس جبر کے قصے بیان کرنے سے فساد پیدا ہوگا رُکے گا نہیں ۔ اس لئے چاہیئے کہ اوّل تو وہ تسلیم کر لیں ۔ کہ جبر ہؤا نہیں ۔ اور اگر یہ نہیں مان سکتے ۔ تو بھی چاہیئے کہ ملک کے امن کی خاطر ان پرانے قصوں کو دہرایا نہ جائے ۔ باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ اس قسم کے پرانے قصے بیان کرنے سے فتنہ و فساد ہوتا ہے ۔ اگر کوئی شخص اس بات سے نہ رُکے ۔ تو وہ ملک اور قوم کا خیر خواہ نہیں ۔ بلکہ دشمن ہے ۔ جو چاہتا ہے ۔ کہ ملک میں فساد کرائے ۔

واقعات گذشتہ کی تحقیق

یہ کہدینا کہ اسلام جبر سے پھیلا ۔ اور اس کے لئے تلوار کو حرکت دی گئی بالکل غلط بات ہے ۔ میں نے دیکھا ہے ۔ اور تاریخ سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ تین چار سو سال گذر چکے ہیں ۔ جب کہ مسلمانوں کی یہاں حکومت تھی اور اس وقت کے حالات اب سامنے نہیں ۔ ہم ان کی تحقیق نہیں کر سکتے ۔ اور جب واقعات سامنے نہ ہوں تو ان کے متعلق بحث و مباحثہ سے نتائج صحیح نہیں نکلا کرتے ۔ کیونکہ درست نتائج انہی واقعات سے نکلا کرتے ہیں جو سامنے ہوں ۔ اور جن کی تحقیق ہو سکتی ہو ۔ اب جن واقعات کی بناء پر کہا جاتا ہے ۔ اسلام نے جبر کیا اور تلوار سے کام لیا ۔ وہ تو سامنے نہیں ۔ اور جب وہ سامنے نہیں تو ان کی تحقیق بھی مشکل ہے ۔ اس لئے ادھر اُدھر کی باتوں سے اس قسم کے نتیجے نکال لینے فضول ہیں ۔ اور بدامنی پھیلانے کا باعث ہیں ۔ لیکن باوجود اس کے میں کہتا ہوں ۔ اگر کوئی ایسا واقعہ ہے بھی کہ جس سے اس قسم کا نتیجہ نکل سکتا ہو یا نکالا جاتا ہے ۔ تو وہ کسی ایک شخص کا جوش تھا نہ کہ اس کے اندر کوئی قومی رنگ تھا ۔ پس ایک شخص کے جوش کے سبب ساری قوم پر الزام لگانا عقلمندی کا کام نہیں ہے ۔

کیمبرج میں ایک سوال کا جواب

پچھلے دنوں ہمارا ایک لیکچرار کیمبرج میں یہ لیکچر دے رہا تھا ۔ کہ اسلام امن کے ساتھ پھیلا ہے ۔ اور اس کی اشاعت کے لئے تلوار نہیں اٹھائی گئی ۔ اس لیکچر میں کچھ طالب علم بھی تھے ۔ ان میں سے ایک طالب علم نے کھڑے ہو کر سوال کیا ۔ اگر اسلام فی الواقع امن سے پھیلا ہے ۔ تو پھر جنگیں کیوں ہوتی رہیں ۔ اس پر ہمارے لیکچرار نے کہا ۔ میں ایک سوال پوچھتا ہوں ۔ پہلے میرے سوال کا جواب دے دیجئے ۔ پھر میں آپ کے سوال کا جواب دوں گا میرا سوال یہ ہے عیسائیت میں جنگیں کیوں ہوئیں ۔ چونکہ عیسائیت کی جو یہودیت کے ساتھ جنگیں ہوئی تھیں ۔ وہ ایک پہلو کے لحاظ سے مدافعانہ تھیں ۔ جب اس پیرایہ میں ہمارے مبلغ کی طرف سے سوال کیا گیا ۔ تو اس پر اصل حقیقت کھل گئی ۔ چنانچہ یہ سوال سنتے ہی وہ بیٹھ گیا ۔ کیونکہ اس سوال ہی میں اس کے سوال کا جواب تھا ۔

جبر کی تحقیقات

جبر کئی طرح کا ہوتا ہے ۔ اور کئی قسم کے لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے ۔ بھائی کا بھائی پر بھی جبر ہو سکتا ہے ۔ آپس میں رشتہ دار ایک دوسرے پر بھی جبر کرتے ہیں ۔ ایک باپ بھی کسی وقت بیٹے پر جبر کر لیتا ہے اور بعض اوقات بیٹا بھی باپ پر جبر کر لیتا ہے ۔ اسی طرح کئی قسم کا جبر ہوتا ہے ۔ قوموں کے جبر بھی ہوتے ہیں ۔ جو دوسری قوموں پر ہوتے ہیں ۔ زبردست کا زیردست پر بھی جبر ہوا ہے ۔ غرض جبر کئی طرح کے ہیں ۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں جہاں جبر ہؤا وہ کس رنگ میں ہؤا ۔

انگلستان میں جبر

انگلستان میں مذہبی جبر ہوتا رہا ہے اور یہ کوئی ایسا جبر نہیں جس کے متعلق کچھ بحث مباحثہ کی ضرورت ہو ۔ کوئی شخص اس کے متعلق شک نہیں کر سکتا کہ جبر ہؤا یا نہ ۔ کیونکہ جبر کرنیوالے خود اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے جبر کیا ۔ پس یہ ایک ثابت شدہ بات کی طرح حل ہو گیا کہ انگلستان میں مذہبی طور پر جبر کیا جاتا رہا ہے ۔

روم کا جبر عیسویت کے ابتدائی زمانہ میں

مسیحیوں کے ابتدائی زمانہ میں روم والوں کی طرف سے ان پر جبر کیا گیا ۔ چنانچہ یہ بات مسیحی اور رومی لوگ مانتے ہیں ۔ کہ مسیحی جب اپنے ابتدائی زمانہ میں روم گئے ہیں ۔ تو رومی حکومت کی طرف سے ان پر جبر ہوتے رہے ہیں ۔ اور بعض وقت تو یہ جبر حد اعتدال سے بڑھ کر شدت کی صورت پکڑ لیتے تھے ۔

بدھوں کے خلاف جبر

اسی طرح ہندوستان میں بھی جبر ہوئے ۔ مثلاً بدھوں کے خلاف جبر ہؤا ۔ انہیں ہندوؤں نے ملک سے نکال کر چھوڑا اور انہیں مذہب تبدیل کرنے کے واسطے بھی مجبور کیا گیا ۔

گوا میں جبر

ہندوستان کے گوشے گوا میں بھی جبر ہؤا عیسائیوں نے وہاں کے باشندوں پر جبر کیا ۔ جس سے مجبور ہو کر وہاں کے تمام باشندے عیسائی ہوئے ۔ غرض یہ اور اس قسم کے اور کئی جبر ہیں جو مختلف مقامات پر ہوئے ۔ ان سب کے لئے تاریخی شواہد موجود ہیں ۔ اور ان کے متعلق کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ جبر کرنے والوں کو اس بات کا اقرار ہے ۔ کہ انہوں نے جبر کئے ۔

جبر سے مذہب تبدیل ہو جاتا ہے

ہم جب ان تاریخوں پر غور کرتے ہیں ۔ جن میں واقعات تحریر ہیں ۔ اور جب ہم ان کی کیفیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں کہنا پڑتا ہے ۔ کہ اسلام نے ہرگز جبر نہیں کیا ۔ بلکہ اسلام کے متعلق تو یہ کہتے ہوئے بھی جھجک آتی ہے ۔ کہ اس نے جبر کیا ۔ اور جب وہ واقعات جو کسی شخصی جوش کے ماتحت ظاہر ہوئے ۔ مذہبی جبر کا نام نہیں پا سکتے ۔ تو ان کی بناء پر اسلام پر یہ الزام لگانا کہ وہ جبر کرتا رہا ہے ۔ بالکل فضول ہے ۔ دوسری قوموں کے جبر اور اس قسم کے شخصی واقعات کو آپس میں کوئی مناسبت نہیں ۔ کیونکہ جبر کے عام نتائج میں سے پہلا اور بڑا نتیجہ جو ہوتا ہے ۔ وہ مذہب کی تبدیلی ہے ۔ چنانچہ دوسری قوموں کے جبر پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جن پر جبر ہؤا ۔ وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر جبر کرنے والوں کے مذہب میں داخل ہو گئے ۔ چنانچہ مثال کے طور پر میں گوا کے جبر کو پیش کرتا ہوں یہ جبر ۱۸۰۰ء میں ہؤا ۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہؤا ۔ کہ اب وہاں سارے عیسائی ہیں یا سب جانتے ہیں ۔ ہندو پہاڑوں پر جانے والے بھی جانتے ہیں

کے گوا کے تمام لوگ اس جبر کے بعد عیسائی ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں جبر

پس جبر کا ایک نتیجہ تو تبدیلی مذہب ہوا کرتا ہے۔ اور چونکہ اسلام پر بھی جبر کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں۔ کیا اسلام کے اس جبر کے نتیجہ میں یہاں وہی بات پیدا ہو گئی۔ جو عیسائیوں کے گوا میں جبر کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔ اور کیا فی الواقع اس ملک میں سوائے مسلمانوں کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ جب ہم اس طرف دیکھتے ہیں۔ تو پہلی بات تو یہی ہمارے سامنے آتی ہے۔ کہ اگر واقعہ میں ہندوستان میں مسلمانوں کی طرف سے جبر ہوتا۔ تو جس طرح گوا میں عیسائیوں کے جبر کے سبب عیسائیوں کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح یہاں بھی اس جبر کے باعث مسلمان ہی مسلمان نظر آتے اور ہندو نظر نہ آتے۔ لیکن یہ بات نہیں۔ اور ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ہندو نظر آتے ہیں۔ اور مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ نظر آتے ہیں۔ اور اپنے پرانے رسم ورواج کے ساتھ آباد چلے آتے ہیں۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اسلام نے جبر سے کام لیا۔ ایک فضول اور بے ہودہ بات ہے۔

ایک بنگالی کی رائے

ایک بنگالی ایک دفعہ ملے۔ انہوں نے بیان کیا۔ لوگ کہتے ہیں۔ اورنگ زیب نے جبر کیا اور زبردستی ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ حالانکہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ مگر مجھے یہ غصہ ہے۔ کہ اس نے کیوں نہ ایسا کیا۔ اور کیوں نہ ان سب لوگوں کو جبراً مسلمان بنا لیا۔ تا آج ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوتا۔ غرض اگر جبر ہوا۔ اور جیسا کہ ہندو کہتے ہیں۔ جبر ہوا۔ تو اس کا اثر یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ ہندو نظر نہ آتے۔ مگر سب دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہندو ہیں۔ اس وجہ سے ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہوگا۔ کہ اسلام نے کوئی جبر ہندوستان میں نہیں کیا۔

جبر کے باعث مذہب چھپانا

دوسری بات جو نظر آتی جبر سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن قوموں پہ جبر کیا جاتا ہے۔ وہ مذہب کو چھپانے لگ جاتی ہیں۔ اور اپنی رسوم پوشیدہ رکھتی ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اور تو اور خود اسلامی ممالک میں بھی یہ بات پیدا نہیں بلکہ ہر قوم جو ان ملکوں میں آباد ہے اپنا مذہب اور اپنا عقیدہ ظاہرا طور پر رکھتی ہے۔ اسے کوئی مجبوری نہیں۔ کہ اپنا مذہب چھپائے اور اپنی رسوم پوشیدہ رکھے۔ پھر کیا اس ملک میں یہ بات ہو سکتی ہے۔ جس میں مسلمان خود محکوم ہیں۔ چونکہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ پچھلے زمانہ میں مسلمانوں نے جبر کیا۔ لیکن اگر پچھلے زمانہ پر نظر ڈالی جائے۔ تو اس میں بھی کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس سے یہ گمان ہو سکے۔ کہ مسلمانوں کے جبر کے سبب ہندوؤں کو مذہب چھپانا پڑا یا رسم اور رواج کو پوشیدہ رکھنا پڑا۔

انگلستان کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ وہاں جب کیتھولک فرقہ زور پر ہوا۔ تو پروٹسٹنٹ فرقہ والوں کو اپنا مذہب چھپانا پڑا۔ اور رسوم کو پوشیدگی میں رکھنا پڑا۔ کیا ہندوستان میں ہندو اپنے مذہب کو چھپاتے رہے ہیں اور رسوم کو پوشیدہ رکھتے رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا کسی پہلے زمانہ میں بھی انہیں اپنا مذہب چھپانا پڑا۔ یا رسوم پوشیدہ رکھنی پڑیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ پہلے زمانوں میں تو رسوم بجالانے میں ان کی امداد کی جاتی رہی ہے۔ بعض مسلم سلاطین نے اس بارے میں ان کو خاص رعائتیں دے رکھی تھیں۔ اور یہی حال مذہب کے متعلق تھا۔ چونکہ اسلامی حکومت ایک وقت بہت پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے اس بات کو دیکھنا چاہیئے کہ اگر ہندوستان میں نہیں تو کسی اور ملک میں اس نے شاید اس قسم کی مجبوری پیدا کر دی ہو۔ کہ لوگ اپنے مذہب کو چھپائیں اور رسوم پوشیدہ رکھیں۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو ہندوستان کی طرح وہاں بھی یہی پاتے ہیں۔ کہ نہ آج نہ آج سے پہلے کبھی کوئی ایسی مجبوری پیدا کی گئی۔ جس سے وہاں کے لوگ مذہب کو چھپانے اور رسوم کے پوشیدہ رکھنے پر مجبور ہو جاتے۔

پس جیسا کہ میں ہندوستان کے متعلق کہہ سکتا ہوں۔ مسلمانوں نے اپنے اقتدار کے زمانہ میں اس جگہ کوئی جبر نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے ہندوؤں کو اپنا مذہب چھپانا پڑے۔ یا رسوم پوشیدہ رکھنی پڑیں۔ اسی طرح شام۔ آرمینیا۔ فرانس۔ سپین۔ چین وغیرہ وغیرہ ممالک کے متعلق کہتا ہوں۔ اسلامی حکومت تو وہاں تھی۔ مگر لوگوں کے لئے کامل آزادی تھی۔ حکومت ان پر جبر نہیں کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے انہیں اپنا مذہب چھپانا پڑتا یا رسوم پوشیدہ رکھنی پڑتیں۔ پس جب نہ کسی اور ملک میں اور نہ ہندوستان میں جہاں اسلامی حکومت تھی۔ یہ بات ہوئی۔ تو پھر یہ کہنا کہ مسلمانوں نے مذہب میں جبر کیا۔ بالکل غلط ہے۔

جبر سے وطن کا چھوڑنا

تیسری بات جو جبر سے پیدا ہوا کرتی ہے وہ وطن کا چھوڑنا ہے۔ لوگوں پر جب جبر ہوتا ہے تو وہ اگر مذہب تبدیل نہیں کرنا چاہتے۔ اور مذہب کو چھپا کر بھی رکھنا نہیں گوارا کر سکتے۔ تو اپنے وطن چھوڑ دیتے ہیں مگر کیا ہندوستان میں ایسی صورت کبھی پیدا ہوئی یا ایسی ضرورت یہاں کے باشندوں کو کبھی محسوس ہوئی! ہندوستان تو ہندوستان تمام اسلامی ممالک میں سے کسی میں بھی ایسی صورت اور ایسی ضرورت کبھی نہیں پیدا ہوئی وہ لوگ جن پر جبر ہو رہا ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو بچانے کے لئے جہاں موقعہ ملے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ رومیوں نے جب مسیحیوں پر جبر کرنے شروع کئے تو مسیحی ایک پہاڑ کی غاروں میں چلے گئے۔ یہ غاریں ایک سو تیس میل لمبی ہیں۔ اور ایسی ہیں جیسے کمرہ در کمرہ مکان بنائے جاتے ہیں انکو Catacomb کہتے ہیں۔ اور میں نے انکو دیکھا ہے۔ جب مسیحیوں پر رومیوں کی طرف سے ظلم ہوتے۔ تو وہاں رہ کر اپنی جانیں بچاتے۔ کیا اس کی کوئی مثال ہندوستان میں ملتی ہے ہندوستان کو چھوڑ اگر تمام اسلامی ممالک پر بھی نظر ڈالی جائے۔ تو وہاں بھی ایسی مثال نظر نہیں آتی۔ جب ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ تو پھر یہ کہنا۔ کہ اسلام نے جبر کیا۔ اور بزور تلوار پھیلا۔ اسلام اور اسلام کی پاک تعلیم پر جو امن کی تعلیم ہے۔ غلط الزام لگانا ہے۔ پس جبکہ ہندوستان میں ایسا نہیں ہوا۔ اور لوگوں کو مسلمانوں کے خوف سے مذہب نہیں چھوڑنا پڑا۔ تو ہندوستان میں جبر بھی نہیں ہوا۔

جبر سے قتل کیا جانا

چوتھی بات جو وہاں پیدا ہوتی ہے۔ جہاں جبر کیا جاتا ہے لوگوں کا قتل کیا جانا ہے۔ یعنی جن پر جبر کیا جاتا ہے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات ظاہر نہ ہو۔ جو جبر پر دلالت کرتی ہوں۔ تو پھر یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اور ایسا قتل بعض اوقات ان لوگوں کی اپنی مجبوری سے وجود میں آتا ہے۔ جن پر جبر کیا جاتا ہے۔ اگر وہ مذہب نہ چھوڑیں۔ مذہب کو پوشیدہ بھی نہ رکھیں اور وطن بھی نہ چھوڑیں۔ تو جبر کی یہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ غرض جبر کے نتائج میں سے ایک نتیجہ قتل بھی ہے۔ چنانچہ انگلستان میں جب جبر کیا گیا۔ تو لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو قتل کر ڈالا گیا۔ ہسپانیہ میں تو صفایا ہی کر دیا گیا۔ اور یہی حال سپین وغیرہ میں ہوا۔ مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ لیکن کیا ہندوستان میں بھی ایسا ہوا۔ کبھی مسلمانوں نے ہندوؤں کو جبر کے ساتھ قتل کیا۔ مجھے دانا آدمی آپ ہی جواب دینگے کہ نہیں پھر باوجود اس کے یہ کہنا کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں جبر کیا۔ بالکل ناواجب ہے۔

جبر سے جائداد ضبط کرنا

پانچویں بات جو جبر پر دلالت کرتی ہے۔ وہ جائداد کا ضبط کر لینا ہے۔ جب کوئی قوم کسی پر جبر کرتی ہے۔ تو ان کی جائدادیں ضبط کر لیتی ہے۔ اور ان کے پاس کچھ نہیں رہنے دیتی۔ چنانچہ انگلستان کی تاریخ بتاتی ہے۔ کہ جب ایک وقت پروٹسٹنٹ فرقہ کا زور ہوا۔ تو انہوں نے کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھنے والے لارڈوں کی جائدادیں یکلخت ہی ضبط کر لیں۔ اور ان کی جگہ پروٹسٹنٹ لارڈوں کو وہاں جا بسایا۔ اور ان کی مدد کے لئے دوسرے لوگوں کو بھی وہاں آباد کر دیا۔ اور ان کی حفاظت کے واسطے فوج بھی متعین کر دی۔ تو جبر سے جائدادیں بھی ضبط کی جاتی ہیں۔ لیکن ہندوستان میں بجائے اس کے کہ جائدادیں ضبط کی جائیں جائدادیں دی گئیں۔ اور نہ صرف عام لوگوں کو دی گئیں۔ بلکہ مسلمان بادشاہوں نے مندروں اور شوالوں کے لئے بھی بڑی بڑی جائدادیں دیں۔ جو اس وقت بھی ان کے نام پر ہیں۔

اسلام نے کسی جگہ جبر نہیں کیا

یہ عجیب جبر ہے۔ نہ ہندوستانی باشندوں کو مارا جاتا ہے۔ نہ ان کی جائدادیں ضبط کی جاتی ہیں۔ نہ وطن سے نکالا جاتا ہے۔ نہ رسوم ادا کرنے سے روکا جاتا ہے۔ نہ مذہب تبدیل کرنے کے واسطے مجبور کیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ اسی طرح ہندو کے ہندو بنے ہیں۔ جس طرح مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے کے وقت تھے اور اسی طرح اپنی رسوم بجالاتے ہیں۔ جس طرح بجالاتے تھے۔

جس طرح وہ اسلامی حکومت کے زمانہ سے پہلے بجا لاتے تھے۔ پھر سمجھ نہیں آتا۔ جبر کس پر ہوا۔ جن باتوں کو جبر کے ثبوت میں ہندو بیان کرتے ہیں۔ تمام تاریخوں کا مطالعہ کرنے سے بھی ان کی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اتنا بڑا واقعہ ہو۔ اور تاریخیں اس کے بیان کرنے سے خاموش رہیں۔ نا ممکن ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کسی شہر میں ایک طرف اگر کوئی واقعہ ہوتا ہے تو بہت جلد دوسرے سرے تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن یہاں تاریخیں خاموش ہیں۔ پس چونکہ اسلام میں جبر کی تعلیم ہی نہیں۔ اس لئے یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ مسلمان کسی پر جبر کریں۔ اگر کسی جگہ شخصی جوش کے ماتحت کسی فرد نے کوئی ایسا کام کر دیا۔ تو قوم اس کی وجہ سے ملزم نہیں ٹھیرائی جا سکتی۔ معلوم ہوتا ہے۔ بعض ایسے واقعات کو لے کر بعض لوگوں نے اپنی قوم کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے کہنا شروع کر دیا کہ جبر ہوا ہے حالانکہ یہ صریح بات ہے کہ انفرادی فعل قومی فعل نہیں ہوا کرتا اور انفرادی فعل سے قوم ملزم نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ جب قوم نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا۔ تو پھر اگر اس کا کوئی فرد کوئی برا کام کرے۔ تو اس سے قوم زیر الزام نہیں آ سکتی۔ اسی طرح ان شخصی باتوں سے جن کو لیکر بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسلام نے جبر سے کام لیا اسلام پر الزام نہیں آ سکتا۔ اور نہ اسلام میں ایسا کوئی حکم ہے کہ تبلیغ و اشاعت کے لئے جبر کیا جائے

اسلام نے ہر جگہ لوگوں کو امن دیا

ہندو شکایت کرتے ہیں۔ کہ اسلام نے جبر کیا اور بد امنی کا باعث ہوا۔ مگر جس قدر اسلام نے امن پھیلایا۔ اس کی نظیر خود ہندوؤں کے مذہب میں بھی نہیں ملتی۔ خود ہندوستان میں اسلام امن کا ذریعہ ہوا۔ پھر اسلام کی ابتداء عرب سے ہوئی عرب میں جو بد امنی اسلام سے قبل تھی۔ اس کی نظیر ہی مشکل ہے۔ وہ بد امنی کس نے دور کی۔ جس مذہب نے وہ بد امنی دور کی۔ اس کی نظیر ملنی بھی مشکل ہے۔ وہ مذہب اسلام تھا۔ جس کے ذریعہ عرب کی بد امنی دور ہوئی۔ یہی حال شام کے علاقہ کا ہے۔ اس میں بھی اسلامی حکومت کے وقت سے پہلے عیسائی وغیرہ موجود تھے۔ اور اس وقت تک بھی موجود ہیں۔ مصر فتح ہوا اس میں آج بھی عیسائی دکھائے جا سکتے ہیں۔ تیرہ سو سال ہوئے وہاں حکومت قائم ہوئی۔ اور تیرہ سو سال ہی ان کے اسلام کی [illegible] گذرے۔ ان کی رسمیں وہی ہیں۔ جو پہلے تھیں۔ رواج بھی وہی ہیں۔ جو ان میں جاری تھے۔ ان کی عبادت گاہیں اس وقت سے لے کر اس وقت تک بدستور قائم ہیں۔ ان کی جائدادیں بھی ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کا حال ہے مسلمانوں کے آنے سے پہلے جو ہندوؤں کی رسمیں اور ان کے رواج تھے اس وقت تک سب وہی ہیں۔ اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی

جب یہ سب باتیں موجود ہیں۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے۔ کہ اسلام نے جبر سے کام نہیں لیا۔ بلکہ وہ امن کا حامی رہا اور امن کی تعلیم دیتا رہا۔

موجودہ اسلامی حکومتوں کا طریق کار

یہ بات پہلے زمانوں میں ہی نہ تھی بلکہ اب بھی جہاں جہاں اسلامی حکومتیں ہیں۔ وہاں یہی بات ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ جو اور قومیں وہاں آباد ہیں۔ انہیں ہر قسم کے جائز حقوق حاصل ہیں۔ اور ان پر کوئی جبر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ان کی مدد اور مناسب دادرسی کی جاتی ہے۔ چنانچہ حال میں کابل میں ایک تازہ واقعہ ہوا۔ جو اس بات کی دلیل ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام جبر کی تعلیم نہیں دیتا۔ وہاں ایک ہندو شخص ٹیک چند زرگر مارا گیا۔ برگ کے سردار نے مارنے والوں کے گاؤں پر حملہ کر کے ایک سید اور ایک اور شخص کرامت علی کو مار دیا۔ باوجود اس کے کہ پٹھان اُجڈ اور اکھڑ مشہور ہیں۔ ابھی تک ان میں یہ احساس موجود ہے۔ کہ ماتحت غیر قوموں اور ان کے مذہب اور رسم و رواج کی حفاظت اور عزت کرنی چاہیئے۔ اور افغانستان میں بھی ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ گو وہاں ہمارے لئے امن نہیں لیکن غیر مسلموں کے لئے ہے۔ اور ہم دکھا سکتے ہیں۔ کہ ہندو افغانستان کے اندر امن سے آباد ہیں۔ پس جب ہر اس جگہ کہ جہاں اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ غیر قوموں پر کوئی جبر نہیں کیا گیا۔ تو ہندوستان میں جب مسلمانوں کی حکومت تھی۔ تب کیونکر یہ ہو سکتا تھا۔ کہ حکمران مسلمان ہندوؤں پر جبر کرتے۔ پس اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا۔ تو وہ شخصی اور انفرادی تھا۔ اور انفرادی واقعات کو قومی قرار دیکر قوم کی قوم کو ملزم قرار دینا کہاں کی عقلمندی اور کہاں کا انصاف ہے۔

مسلمانوں کے جبر کرنے کا قصہ ہی غلط ہے

ہر بات کے کچھ شواہد ہوتے ہیں جن سے اس کی معرفت ہوتی ہے۔ اسی طرح جبر کے بھی شواہد ہیں۔ اب جس قوم میں اس کے شواہد پائے جائیں۔ وہی جبر کرنے والی ہو گی۔ مسلمانوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جبر کیا۔ میں نے ان شواہد میں سے بعض کو پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان میں سے مسلمانوں کے ہاتھ سے کوئی بھی بات پیدا نہیں ہوئی۔ یعنی ہندوؤں کو مذہب تبدیل نہیں کرنا پڑا۔ انہیں مذہب چھپانے کی بھی ضرورت پیدا نہیں ہوئی۔ ان میں اپنی ابتدائی رسمیں اور رواج بدستور جاری ہیں۔ [illegible] بھی نہیں چھوڑنا پڑا۔ تو معلوم ہوا ان پر جبر نہیں ہوا۔ یہ صرف مسلمانوں سے عداوت شورش برپا کرنے کے لئے ایک بات پیدا کر لی گئی ہے۔ کہ انہوں نے جبر کیا۔

راجپوتوں کا اسلام

ہندوؤں میں سے جس قوم نے زیادہ اسلام قبول کیا۔ وہ راجپوت ہیں۔ جن کے متعلق ہندو کہتے ہیں۔ ان کو جبراً مسلمان بنایا گیا۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ہندوؤں میں سے راجپوتوں نے زیادہ اسلام قبول کیا۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہندوؤں میں سے بہادر اور لڑنے والی قوم بھی راجپوت ہی تھی۔ اس وجہ سے یہ سنکر تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ اتنی بہادر اور دلیر قوم کو زبردستی اسلام میں داخل کر لیا گیا یا یہ کہ اس قوم نے مسلمانوں کے جبر کے ڈر سے اسلام قبول کر لیا۔ اگر یہ بات درست ہے کہ مسلمانوں نے جبر کیا اور مسلمانوں کے ڈر سے راجپوتوں نے اسلام قبول کیا تو چاہیئے تھا کہ برہمن وغیرہ قومیں [illegible] کیونکہ ڈر کی وجہ سے اگر اسلام قبول کیا گیا تھا تو سب سے پہلے برہمن اسلام قبول کرتے کیونکہ وہ راجپوتوں کی طرح بہادر اور دلیر نہ تھے لیکن ہوتا اس کے بالکل الٹ ہے کہ برہمن تو بہت ہی کم نظر آتے ہیں اور راجپوت مسلمان پائے جاتے ہیں۔ راجپوتوں کے ہاتھ میں ہمیشہ تلوار رہی ہے وہ اسلام کے جبر کا مقابلہ کر سکتے تھے اور جن کے ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہتھیار نہ تھے۔ وہ فوراً اسلام قبول کر لیتے۔ مگر جو ڈرنے والے تھے وہ تو کثرت سے اپنے مذہب پر نظر آتے ہیں۔ اور جو بہادر اور دلیر تھے وہ کم نظر آتے ہیں۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی پر جبر نہیں کیا۔ اور نہ اسلام کی طرف سے ایسی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ جبر کر کے لوگوں کو مسلمان بنایا جائے۔

اسلام کو جبر کی ضرورت ہی نہیں

ان سب باتوں کے علاوہ اب میں آپ لوگوں کو یہ بتاتا ہوں کہ اسلام کو جبر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ قرآن شریف میں ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (بقرہ ع ۳۴) یعنی دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں کیونکہ ہدایت جو سچی بات تھی۔ وہ گمراہی اور ضلالت کے بالمقابل خود بخود ظاہر ہو گئی۔ خدا تعالیٰ اس آیۃ میں وجہ بیان فرماتا ہے کہ کیوں اسلام کو جبر کی ضرورت نہیں۔ اسلام کو جبر کی اس لئے ضرورت نہیں کہ قد تبین الرشد یعنی سچائی صاف صاف ظاہر ہو گئی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جبر اسی وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی بات صاف طور پر معلوم نہ ہو سکے اور باوجود سمجھانے کے کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ مثلاً بچے ہیں۔ ان پر جبر کیا جاتا ہے اور انہیں بسا اوقات ان کی مرضی کے خلاف اور جبر کرنے والے کی مرضی کے موافق کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ لیکن اسی بچہ میں جب عقل آ جاتی ہے تو پھر وہ اپنے آپ ہی سمجھ لیتا ہے۔ اور اپنے نفع و نقصان کو سوچ سکتا ہے اس حالت میں اس پر کوئی جبر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اسلام ہے جس کے ذریعہ سچائی اور نور گمراہی اور ضلالت کے مقابلہ میں صاف صاف نظر آ گیا اور جبر کی حاجت نہ رہی۔ کیونکہ سچائی اور نور میں خود یہ طاقت ہے کہ لوگوں کو کھینچ لے۔ پس اسلام چونکہ سچائی اور نور ہے۔ اس لئے اس کے لئے ضرورت ہی نہیں۔ کہ جبر کیا جائے۔

قرآن کو رسول کریم کی [illegible] سوچیں

اسی طرح قرآن مجید کی ایک اور آیت سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن کریم [illegible] متعلق جبر کی [illegible] ہے۔ حضرت شعیب نبی کے پاس اس کی قوم کے سر کردہ لوگوں نے آکر کہا اے شعیب! ا[illegible] تمہارے ساتھیوں کو اپنی بستی سے [illegible]

دین میں واپس نہ آؤ گے۔ تو ہم تم کو اپنے شہر سے نکال دینگے۔ حضرت شعیب جواب دیتے ہیں۔ اَوَ لَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ (اعراف ۸۷) کیا اگر ہم تمہارے دین کو بُرا سمجھیں۔ اور اس سے بیزار ہوں۔ اور اگر ہمارا دل نہ بھی چاہتا ہو۔ تو بھی تم ہمیں اس بات پر مجبور کرو گے۔ کہ ہم تمہارے مذہب میں لوٹ آئیں۔ اور اگر ہم نے تمہارا دین قبول نہ کیا۔ تو ہمیں اس شہر سے نکال دو گے۔ کیا ہی لطیف یہ جواب ہے اگر وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں جبر کی تعلیم ہے صرف اسی ایک آیت پر غور کرتے۔ تو انہیں سمجھ آجاتی۔ کہ قرآن جب کہ ایک نبی کی زبان سے یہ کہلوا رہا ہے۔ کہ اگر دل نہ بھی چاہتا ہو۔ تو پھر بھی کیا تم مجبور کرو گے۔ کہ تمہارا دین قبول کیا جائے۔ تو وہ خود کیسے کسی کو یہ تعلیم دے سکتا ہے۔ کہ لوگوں پر جبر کر کے انہیں مسلمان بناؤ۔ پھر جیسا کہ بعض اعتراض کرنے والے بالکل غلط کہا کرتے ہیں قرآن (نعوذ باللہ من ذالک) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بنایا ہوا اور ان کی روزانہ ڈائری ہے۔ اگر قرآن شریف واقعی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روزانہ ڈائری ہے اور آپ کا بنایا ہوا ہے۔ تو یہ الفاظ بھی آپ ہی کی زبان سے نکلے ہونگے جو شعیب نبی کے متعلق قرآن میں پیش کئے گئے ہیں۔ جو انہوں نے اپنی قوم کے سرداروں کے جواب میں کہے۔ اگر یہ الفاظ اسی محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی زبان سے نکلے ہیں جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ قرآن اس نے آپ بنایا۔ تو کیا اس کے متعلق یہ خیال کرو گے۔ کہ وہ خود جبر کرتے تھے۔ اور اپنے ماننے والوں کو جبر کی تعلیم دیتے تھے۔ کیا ایک شخص جو دوسروں کے متعلق بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ وہ جبر کریں خود جبر کر سکتا ہے۔

اسلام کی اصل روح

غرض اس قسم کی بہت سی مثالیں قرآن شریف سے پیش کی جاسکتی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم کی اصل روح جو ہے وہ یہ ہے۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس ۹۹) اگر خدا تعالےٰ چاہتا۔ تو تمام دنیا کی آبادی ایمان لے آتی۔ پھر کیا اے محمد (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) تو لوگوں کو مجبور کر سکتا ہے۔ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اگر دنیا کو جبر کے ساتھ منوانا ہوتا۔ اور اگر اسلام میں جبر کی تعلیم ہوتی۔ تو خدا تعالےٰ اس بات کا ذکر نہ فرماتا۔ کہ تو لوگوں کو مسلمان ہونے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔ خدا تعالےٰ اس موقعہ پر فرماتا ہے۔ اگر ہم چاہتے۔ تو یہ بات ہماری طاقت میں تھی۔ کہ ہم اپنی مشیت سے کام لے کر تمام لوگوں کو مسلمان بنا دیتے۔ مگر جب ہم نے یہ نہیں کیا۔ تو اے محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) تو کیسے ان کو مسلمان بننے کے واسطے مجبور کر سکتا ہے۔ اور تو جبکہ ان کو مجبور نہیں کر سکتا۔ تو پھر تیرے لئے یہ [illegible] کہ ان سے کہدے۔ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (کہف ۲۹) کہ حق اور صداقت جو دنیا میں آئی ہے۔ تو وہ تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔ اور یہ تعلیم جو تمہارے لئے بھیجی گئی ہے بالکل سچی ہے۔ اور تمہارے واسطے فلاح کا موجب ہے۔ اب تمہارا دل چاہے۔ تو مان لو۔ اور دل نہ چاہے تو نہ مانو۔

کیسی صاف بات ہے۔ کہ حق پیش کر کے کہا جاتا ہے مرضی ہو تو مانو نہ مرضی ہو تو نہ مانو۔ غور کرو۔ اگر جبر اسلام میں ہوتا۔ تو کیا خیال کر سکتے ہو۔ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ سکھاتا ہے۔ کہ دنیا سے تم یہ کہو۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔ بلکہ وہ ایسا نہ کہتا۔ بلکہ وہ ایسے الفاظ فرماتا۔ جن کا یہ مطلب ہوتا۔ کہ اگر نہیں مانو گے۔ تو ملک سے نکال دیا جائیگا یا تمہاری جائدادیں ضبط کر لی جائیں گی یا تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن نہ خدا نے یہ فرمایا۔ نہ قرآن کریم میں ایسا حکم ہے نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ایسا ارشاد فرماتے ہیں۔ بلکہ خدا۔ قرآن اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم یہی کہتے ہیں کہ مرضی ہو تو مانو۔ نہ مرضی ہو تو نہ مانو تم پر جبر نہیں۔ سمجھ نہیں آتی۔ پھر اسلام پر جبر کا الزام لگانے والے کہتے کس بناء پر ہیں۔ کہ اسلام میں جبر ہے۔

اسلام کی ہر بات میں امن ہے

ایک اور رنگ سے بھی یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچی ہے۔ کہ اسلام کے متعلق جو یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اس میں جبر ہے۔ بالصراحت غلط ہے۔ خدا تعالےٰ کا اس کا نام اسلام رکھنا ہی یہ بات ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ مذہب جبر و تشدد کے برخلاف صلح و آشتی کا حامی ہوگا۔ کیونکہ لفظ اسلام کے معنی ہیں امن میں رہنا اور امن دینا۔ جس مذہب کے نام کے یہ معنے ہوں۔ کہ وہ امن ہے۔ امن میں رہتا ہے اور امن دنیا کو دیتا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ جبر کرتا ہے سراسر غلط ہے۔ اور نام بھی یہ دلالت کرتا ہے۔ پھر خدا تعالےٰ کے اسماء حسنہ جو قرآن نے بیان کئے۔ ان میں سے ایک نام مومن ہے۔ جس کے معنے ہیں امن پیدا کرنے والا۔ پس جو خدا امن پیدا کرنے والا اور اپنے دین کا نام اسلام رکھتا ہے۔ کیا اس کے متعلق یہ یقین کر سکتے ہیں۔ کہ باوجود اپنا نام مومن بتانے اور باوجود اپنے دین کا نام اسلام رکھنے کے وہ اسی اسلام کے ذریعہ بدامنی۔ تشدد اور جبر کی تعلیم دے۔ اسی طرح مسلمانوں کے کعبہ کے متعلق آیا ہے مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا۔ کہ جو اس میں داخل ہوگا [illegible] امن میں ہو گیا۔ کیونکہ کعبہ امن کی جگہ ہے [illegible] کعبہ سے مراد وہ خاص مکان بھی ہے۔ جس کی طرف مسلمان منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اور وہ مذہب بھی ہے۔ جو امن کا حامی ہے۔ یعنی جو اس مذہب میں داخل ہوگا۔ وہ خود بھی امن میں ہو جائیگا۔ اور دوسروں کے لئے بھی امن کا باعث ہوگا

اسی طرح قرآن کریم ہے۔ جس کے ذریعہ امن کی تعلیم دی گئی۔ اور امن کے تمام راستے بتائے گئے۔ اور قرآن کا کام بھی بتایا گیا۔ یہدی الیٰ دار السلام کہ یہ امن کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ پھر مسلمان کا اپنا نام بھی مسلم ہے۔ یعنی دنیا میں امن قائم کرنے والا۔ نماز کا نام عربی زبان میں الصلوٰۃ ہے۔ جس کا مفہوم ہے۔ شفقت۔ رحمت برکت یعنی ان راہوں پر چلاتی ہے۔ جن پر چلنے سے انسان شوخی و شرارت سے بچ جاتا ہے۔ فسق و فجور سے نجات پا لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی شفقت اور رحمت پا لیتا ہے۔ اور اس کی طرف سے اسے برکت میسر آجاتی ہے۔ پھر مسلمان آپس میں جب ملتے ہیں تو السلام علیکم کہتے ہیں۔ کہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ تم اللہ کی طرف سے امن میں سمجھے جاؤ۔ آگے جواب دینے والا کہتا ہے۔ تم پر بھی سلامتی ہو۔ کیا جو منہ سے السلام علیکم کہے گا [illegible] عقل اسے نہیں تسلیم کرتی۔ پھر ہماری نماز کا اختتام بھی سلام پر ہے۔ مسلمان جب نماز سے فارغ ہوتا ہے۔ تو پیشتر اس کے کہ خدا کے دربار سے رخصت ہو وہ دائیں بائیں منہ کر کے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہتا ہوا دنیا میں سلامتی اور امن پہنچاتا ہے۔ اب کوئی بتائے جس کے دائیں بھی امن بائیں بھی امن آگے بھی امن پیچھے بھی امن نیچے بھی امن اوپر بھی امن ہو۔ جس کا نام امن جس کا کام امن۔ کیا وہ امن کا دشمن اور تشدد اور جبر کا حامی ہو سکتا ہے۔

اسلام پر بے جا الزام

لیکن فرض کرلو۔ اسلام میں جبر کی تعلیم نہ ہونے کے باوجود مسلمانوں نے جبر کیا۔ تو پھر اب اس شور کا بلند کرنا کیا فائدہ دیگا۔ کیا اس سے جبر واپس آجائیگا۔ یا کیا جبر جبر کی پکار لگانے سے اسلام جھوٹا ثابت ہو جائیگا۔ اسلام اگر جھوٹا ہے۔ تو مسلمان جبر نہ بھی کرتے تو بھی سچا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر سچا ہے۔ تو مسلمان جبر بھی کریں تو بھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ پس اگر واقعہ میں مسلمانوں نے جبر کیا۔ تو اس کے صرف یہ معنے ہیں۔ کہ انہوں نے غلطی کی۔ نہ یہ کہ اسلام جھوٹا ہے۔ اسلام ہرگز جھوٹا نہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اور خدا کا دین ہے۔ ایک شخص اگر علم کی قدر نہ کرے یا ایک طالب علم اگر علم صحیح طور پر نہ سمجھے تو اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس طالب علم میں نقص ہے۔ نہ یہ کہ علم خراب شے ہے۔ پس بالفرض محال اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا بھی ہے۔ جیسے ہندو جبر سے نامزد کرتے ہیں۔ تو وہ ان مسلمانوں کی غلطی تھی۔ جن کا تعلق اس سے تھا۔ یہ نہیں کہ چند [illegible] کی غلطی سے اسلام پر الزام لگایا جائے کہ وہ جبر کی تعلیم دیتا ہے۔

ہندوؤں کے جبر

اگر ہندو باوجود ان حالات کے اسلام پر جبر کا الزام لگانے سے باز نہ آئینگے تو پھر دیکھو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔ ہم بھی جبر کے وہ واقعات بیان کر سکتے ہیں۔ جو ہندوؤں نے دوسروں پر کئے اور غلط نہیں بلکہ مثال کے طور پر کہتا ہوں۔ اگر زیادہ نہیں۔

تو ہندوؤں کو وہ جبر تو ماننے پڑینگے۔ تمام تاریخیں متفق ہو کر بتاتی ہیں کہ یونانی ایرانی سیتھین اور ہوین جین کی قومیں ہندوستان میں آئیں جنہوں نے اسے فتح کیا۔ اور پھر وہ واپس نہیں گئیں۔ یہ قومیں بہت بڑی تعداد میں تھیں۔ ادھر متھرا تک اور ادھر پشاور تک ان کی حکومت تھی۔ تاریخیں یہ بتاتی ہیں۔ کہ وہ ہندوستان میں آئیں۔ اور اس بات کی شہادت دے رہی ہیں۔ کہ چار زبردست قوموں کے ریلے ہوئے۔ اور ساٹھ ستر بلکہ سو سال تک انہوں نے اس ملک میں حکومت کی۔ مگر بعد میں ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ کہ وہ کیا ہوئیں۔ اب وہ چار قومیں تو نظر نہیں آتیں۔ جو ہندوستان میں آئیں۔ البتہ ان کی بجائے ہندوؤں کی چار قومیں نظر آتی ہیں۔ جس سے یہ قیاس گذرتا ہے۔ کہ یا تو ان قوموں کو مار ڈالا گیا یا ملک سے باہر نکال دیا گیا۔ اور یہ جبر تھا۔ یا پھر ان کو جبراً ہندو بنایا گیا۔ ورنہ وہ چالیس لاکھ انسان کس کنوئیں میں غرق ہو گئے۔ جو باہر سے ہندوستان آئے اور حکومت کرتے رہے۔ پس تاریخی طور پر جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جبر ہندوؤں پر نہیں ہوا۔ بلکہ انہوں نے دوسروں پر کیا۔ پھر جب بدھوں کا صفایا کیا گیا۔ تو چار آدمی مقرر کئے گئے جو راجپوتوں کی اولاد سے نہ تھے۔ ان کے متعلق کہا گیا یہ اگنی کنڈ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ آدمی کا بچہ چھوڑ ایک چوہیا کا بچہ بھی اگنی کنڈ سے نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ مگر خیر ہندوؤں نے یہ مشہور کر دیا۔ کہ یہ چاروں اگنی کنڈ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس وقت ہون کیا گیا۔

لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ چار شخص نہیں تھے۔ بلکہ یہ بھی باہر سے آنیوالی چار قومیں تھیں۔ جنکو انہوں نے زبردستی اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کو راجپوت تسلیم کر لیا۔ انہوں نے بدھوں کا ستیاناس کر دیا کیا چار شخص ساری کی ساری کسی قوم کو مٹا سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چار قوموں کا ذکر چار شخصوں کے رنگ میں کیا گیا ہے۔ پھر ادھر بدھ غائب ہو گئے۔ اور ادھر یہ قومیں مٹ گئیں۔ اور راجپوت ہی راجپوت رہ گئے۔

کیا اس سے ثابت نہیں۔ کہ سیتھین اور یونانی وغیرہ اقوام پر ہندوؤں نے جبر کیا۔ ان میں سے بعض کو قتل کر ڈالا۔ بعض کو ملک سے نکال دیا گیا۔ اور باقی ماندہ کو زبردستی ہندو بنایا گیا۔ غرض بدھوں پر الگ انہوں نے جبر کیا۔ اور ان چار قوموں پر الگ۔ یہ ہے ان لوگوں کے جبر کا نمونہ۔ مگر نہ وہ لوگ موجود ہیں۔ جن پر جبر کیا گیا۔ اور نہ ہی وہ جنہوں نے جبر کیا۔ وہ دونوں گذر گئے۔ اب اگر ہم بھی ان کی طرح شور مچانا شروع کر دیں تو آپ لوگ کیا امید کر سکتے ہیں کہ امن قائم رہ سکتا ہے۔ پس اگر ہندو امن پسند ہیں تو انکو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ امن اسی طرح ہو سکتا ہے کہ رواداری برتی جائے اور مساوات کا خیال رکھا جائے۔ اگر یہ نہیں کر سکتے۔ تو ملک میں امن کبھی نہیں ہو سکتا۔ پس اگر فی الواقع امن پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تو رواداری قائم کریں اور مساوات برتیں۔

غلط طریق عمل

اب تک یہ طریق رہا ہے۔ کہ جس قوم کے فرد سے کوئی قصور ہوتا۔ وہ قوم بجائے اس کے کہ قصور وار کو ملامت کرتی۔ اور جس کا اس نے قصور کیا۔ اس سے عذر خواہی ہوتی۔ یہ کرتی ہے کہ مجرم کی تائید شروع کر دیتی ہے۔ جس سے بجائے امن اور صلح کے فتنہ و فساد بڑھتا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ اگر قصور کرنے والے کی تائید کی جائے۔ تو جس کا اس نے قصور کیا ہوتا ہے۔ اس کا غصہ بھی تیز ہو جاتا ہے۔ اور مجرم بھی دلیر ہو جاتا ہے اور دوسروں کو بھی اسی قسم کے افعال کرنے کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض اس وقت تک یہی ہوتا رہا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی آدمی اگر قصور وار ہوتا تو مسلمان اس کی تائید میں شور مچا دیتے۔ اور ہندوؤں کا کوئی آدمی قصور کرتا۔ تو ہندو اس کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے۔ فساد بڑھتا گیا اور امن قائم نہ ہو سکا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ملک ترقی کرنے سے رک گیا مگر اب یہ حالت نہیں رہی۔ میں ہندوؤں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کہ انہوں نے بھی اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کی۔ واقعات بتاتے ہیں۔ کہ انہوں نے بالکل اس میں تبدیلی نہیں کی۔ ہاں مسلمانوں نے ایک عظیم الشان تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی ہے جو امن پیدا کرنے والی ہے۔

مسلمانوں کی حالت میں تبدیلی

ایک نیا واقعہ جس نے ملک میں ہلچل مچا دی اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کر دیا۔ وہ شردھانند جی کا قتل ہے۔ کس نے انہیں قتل کیا۔ میں نہیں جانتا۔ مگر جس نے کیا اس کے فعل کو صرف میں ہی نہیں کہتا۔ بلکہ سارا ہندوستان اور افغانستان بھی کہتا ہے۔ بلکہ اور بھی جس جس اسلامی ملک میں یہ آواز پہنچی۔ کہہ رہے ہیں۔ کہ اس نے برا کیا۔ پس ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک مسلمانوں کا اس واقعہ کے متعلق یہ کہنا کہ جس نے کیا برا کیا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں نے اپنی حالت بدل لی ہے۔ اور وہ بات جو ہندوؤں کی طرح پہلے ان میں پائی جاتی تھی۔ وہ نہیں رہی۔ اور اس کی بجائے ایسا طریق اختیار کیا ہے۔ جو امن قائم کرنیوالا ہے۔ اور وہ طریقہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اخبار الفضل کا ہے۔ سوا اس واقعہ پر مسلمانوں نے یہی طریق اختیار کیا۔ اور علی الاعلان کہہ دیا جس نے کیا برا کیا۔ مسلمان اس کی تائید کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ اور صاف صاف کہہ دیا۔ کہ قاتل نے برا کیا۔ انہوں نے اپنے اندر ایک تبدیلی کر لی ہے۔ اور یہ تبدیلی نہایت مبارک ہے۔ لیکن ہندوؤں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ جس کا افسوس ہے۔

نبی کریم کو گالیاں مت دو

شردھانند جی کے قاتل کو ہم نے بھی برا کہا اور مسلمانوں نے بھی کہا۔ دوسرے ملکوں کے مسلمانوں نے بھی کہا۔ لیکن اس ہماری شرافت کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ کہ ہم تو ان سے ہمدردی کرتے ہوئے کہیں قاتل نے برا کیا اور وہ اٹھ کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اگر ایک مسلمان کہلانیوالے نے مارا تو سب نے مارا۔ اگر ایک شخص کی وجہ سے برا ہے تو مسلمان سب برے ہیں۔ اچھا یہی سہی۔ اس وجہ سے ہمیں برا کہہ لو۔ ہمیں سزا دے لو ہمارے ساتھ سختی کر لو۔ ہمیں گالیاں چھوڑ گولیاں مار لو لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں نہ دو۔ اس کو برا نہ کہو۔ اس کی شان میں گستاخی نہ کرو ہم سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن نہیں۔ اگر برداشت کر سکتے۔ تو اس مقدس ہستی کی توہین نہیں برداشت کر سکتے۔ اس پاک وجود کے متعلق گالیاں نہیں برداشت کر سکتے۔ ہاں وہ جس نے دنیا میں امن قائم کیا امن کی تعلیم دی۔ وحشی انسانوں کو انسان بنا دیا۔ اور دنیا کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں کھڑا کر گیا۔ پس ہم سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گالیاں نہیں سن سکتے۔

ہم کون ہیں؟

یاد رکھو ہم وہ لوگ ہیں جن کے ایک ایک آدمی کو مخالفین پکڑ کر لے گئے۔ اس کو سخت ایذائیں پہنچائیں تکلیفیں دیں یہاں تک کہ اس کے جسم میں سوئیاں چبھوئی گئیں۔ اس کے سامنے ایک پھانسی لٹکائی گئی اسے بتایا گیا۔ یہ تمہارے لئے ہے۔ ان تکلیفوں کے درمیان اس سے پوچھا گیا کہ تم چاہتے ہو گے کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جس کے سبب تمہیں یہ تکلیفیں پہنچ رہی ہیں۔ یہاں ہوتا جو ان تکلیفوں میں پھنسا ہوتا اور تم گھر میں آرام کرتے۔ یہ بات سنکر وہ نہایت اطمینان اور سکون سے مسکراتا ہوا کہتا ہے تم تو کہتے ہو میں چاہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہوں اور یہ سوئیاں اور کیلیں ان کے جسم میں چبھ رہے ہوں اور میں اپنے گھر آرام سے بیٹھا ہوں۔ لیکن مجھ کو تو یہ بھی پسند نہیں کہ محمد رسول اللہ کے پاؤں میں کانٹا چبھے۔ اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔

غرض ہمارے جسم کا ہر ذرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے کا متمنی ہے ہماری جان بھی اسی کے لئے ہے ہمارا مال بھی اسی کے واسطے۔ ہم اس پر راضی ہیں بخدا راضی ہیں پھر کہتا ہوں۔ بخدا راضی ہیں کہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے بچے قتل کر دو۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے ہمارے اہل و عیال کو جان سے مار دو۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں نہ دو۔ ہمارے مال لوٹ لو ہماری جانیں نکال ڈالو مگر خدا کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور توہین نہ کرو انہیں گالیاں نہ دو اگر یہ سمجھتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلعم کو گالیاں دینے سے تم جیت سکتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ گالیاں دینے سے تم رک نہیں سکتے تو پھر یہ بھی یاد رکھو۔ ہم مقابلہ کرینگے۔ یہاں تک کہ ہمارا ایک آدمی بھی رہ جائیگا تو وہ بھی مقابلہ کرتا ہوا اپنی جان دیگا۔

حضرت نبی کریم پر الزام مت دھرو

میں نے قادیان سے بھی یہ اعلان کیا تھا کہ شردھانند جی کے قتل کا فعل بہت برا فعل ہے اور جس نے کیا اس نے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ بلکہ یہ ایک شخص کا انفرادی فعل ہے۔ قوم کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور قوم کو اس کا مجرم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ مگر میں نے دیکھا آریوں پر اس کا چنداں اثر نہیں ہوا اور یہ اور بھی بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ ہمارے آقا اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس پر ہم اپنی عزت اپنی آبرو اپنی جان اپنا مال اپنی اولاد غرضیکہ ہر ایک شے قربان کرنے کو تیار ہیں پہلے سے بھی زیادہ گالیاں دینے لگ گئے۔ میں بھی چونکہ مسلمان ہوں اور خدا کے فضل سے ان مسلمانوں میں سے ہوں جنہیں خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے اسلام کی خدمت کے لئے چن لیا۔ میرے دل میں درد ہے۔

اور سب سے بڑھ کر درد ہے۔ میں نے جب دیکھا۔ قادیان سے جو ہمدردی کی آواز میں نے اٹھائی تھی۔ اس پر کان نہیں دھرا گیا تو میں نے محسوس کیا مجھے قادیان سے باہر جاکر یہ آواز لوگوں تک پہنچانی چاہیئے۔ اور میں اسی درد کو لے کر لاہور آیا ہوں۔ اور میں اسی درد سے یہ لیکچر دے رہا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اسے توجہ سے سنیں۔ اور جو میں کہتا ہوں۔ اسے مانیں اور میں سوائے اس کے کیا کہتا ہوں۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں نہ دو۔ اور ایک شخص کے فعل سے جب ساری قوم پر ملامت کرنا بُرا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ساری قوم اور ساری قوم کے پیشوا[1] اور بانی کو اس کا مجرم نہ ٹھیراؤ۔ اگر آپ لوگوں کی عورتوں اور بیویوں اور بچوں اور ماؤں اور باپوں اور رشتہ داروں کو گالیاں دی جائیں۔ اور ان پر عیب لگائے جائیں۔ حالانکہ ان میں عیب ہوتے بھی ہیں۔ تو کیا آپ خاموش رہ سکتے ہیں۔ اور آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو کیا ہم سے ہی یہ توقع ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جنہیں ہم اپنی جان و مال عزیزوں رشتہ داروں سے کہیں زیادہ عزیز سمجھتے ہیں گالیاں سنیں اور خاموش رہیں اور آرام سے بیٹھے رہیں یقیناً ہم خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔ اور ہم اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھ سکتے جب تک یہ ثابت نہ کر لیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں نہیں دینی چاہئیں۔

گالیاں دینے والوں سے صلح نہیں ہو سکتی

ہم لڑنے نہیں اور نہ ہی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تعلیم ہے کہ لڑا جائے۔ مگر ہم صلح بھی نہیں کر سکتے کہ ہمارے پیارے رسول کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ ہماری اس وقت تک اس شخص سے کوئی صلح نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دے۔ بانی سلسلہ احمدیہ (حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود) نے بھی ایک دفعہ فرمایا تھا۔ میں جنگل کے سانپوں سے صلح کر لوں گا۔ لیکن اگر نہیں کروں گا تو ان لوگوں سے جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتے اور ان پر ناپاک حملے کرتے اور ان کے حق میں طرح طرح کی بدزبانی کرتے ہیں[2]۔ ہم صلح دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم اس بات کو بھی پسند کرنے والے نہیں۔ کہ صلح و آشتی کی تعلیم دینے والے کو بُرا کہا جائے۔ ہم بہرے تھے اس نے کان دیئے ہم گونگے تھے اس نے زبانیں دیں۔ ہم اندھے تھے اس نے آنکھیں دیں ہم راہ سے بھولے ہوئے تھے اس نے راہ دکھائی۔ خدارا اسے گالیاں نہ دو۔ خود اس نے شردھانند جی کو نہیں مارا اور نہ مروایا ہے۔ اس کا اس معاملے میں کوئی دخل نہیں۔ پھر اسے کیوں گالیاں دیتے ہو جس نے مارا ہے اسے پکڑو۔ ایک کو نہیں ہزاروں کو پکڑو۔ جیسا کہ تم نے پکڑا بھی اور ایک کو مار بھی ڈالا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں نہ دو۔ (باقی)

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ الفاظ جن کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے حضور کی پیغام صلح نامی کتاب سے نقل کئے جاتے ہیں۔ (مرتب تقریر)

"جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی آنحضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں [illegible]

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول عـ۲ ضابطہ دیوانی

بعدالت لالہ اقبال رائے صاحب۔ بی۔ اے۔
سب جج بہادر درجہ سوئم۔ بٹالہ

کہر سنگھ ولد ہیرا سنگھ ذات... سکنہ موضع کہیرہ۔ تحصیل بٹالہ

بنام

سیوا سنگھ ولد دُلا ذات چوہڑا۔ سکنہ کہیرہ۔ تحصیل بٹالہ

دعویٰ ۔/۴۳ عہ روپے

اشتہار بنام سیوا سنگھ ولد دُلا ذات چوہڑہ سکنہ کہیرہ تحصیل بٹالہ مقدمہ مندرجہ بالا میں حسب درخواست و بیان حلفی مدعی کے پایا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے نام اشتہار زیر آرڈر ۵ رول عـ۲ ضابطہ دیوانی شائع کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور اصالتاً یا وکالتاً بتقرر ۲۹ مارچ ۲۷ء حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ نہ کریگا۔ تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائے گی۔ تحریر ۲۷-۲-۱۰

آج بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔
تحریر ۲۷-۲-۱۰ مہر عدالت دستخط حاکم

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی۔

... با جلاس جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج بہادر
درجہ چہارم۔ ترن تارن

گورشرن سنگھ گوبند سنگھ ذات جٹ ساکن چوڑہ تحصیل ترن تارن مدعی

بنام

بگیل سنگھ ولد ہیوند سنگھ ذات جٹ سکنہ چوڑہ۔ تحصیل ترن تارن مدعا علیہ

دعویٰ ۔/۲۷۰ روپیہ

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی بگیل سنگھ مدعا علیہ مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام بگیل سنگھ مدعا علیہ مذکور زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر بگیل سنگھ مدعا علیہ مذکور بتاریخ ۲۹ مارچ ۱۹۲۷ء بمقام ترن تارن حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً نہیں کرے گا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔ آج بتاریخ ۹ ماہ مارچ ۱۹۲۷ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت دستخط حاکم

ہندوستان کی خبریں

لاہور ۸ مارچ - ڈاکٹر محمد عالم پنجاب کونسل کی نوم پرو پارٹی کے سیکرٹری اور ورائے زادہ بنسراج دھپ مقرر کئے گئے ہیں ؛

پلنیا ۷ مارچ - مسٹر بالو اسپیشل مجسٹریٹ نے ۳۶ مسلمانوں کو ہندوؤں کے مکانات لوٹنے کے الزام پر دو سال قید سخت کی سزا دی ؛

گورنمنٹ بمبئی کی سرکاری سالانہ رپورٹ میں ریاست خیرپور کی بد انتظامی کا ریویو کرتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے کہ ریاست کی حالت انتہائی خراب ہے - گو انگریزی مشیر محکمہ آبکاری کی اصلاح کے لئے کوشش کر رہے ہیں - مگر حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اصلاح کی کامیابی کی توقع ناممکن ہے ؛

بمبئی ۸ مارچ - مسٹر شاپورجی کے سکلات والا نے گاندھی جی کے نام ایک پندرہ ٹائپ شدہ صفحوں کا کھلا خط لکھا ہے - جس میں آپ نے تحریک چرخہ کی مذمت کی ہے - اور مہاتما جی کو کہا ہے - کہ آپ مہاتما کے نام کو چھوڑ دیجئے - اور عوام میں مل کر ہندوستان کے غریبوں کی بہتری کے لئے کام کیجئے ؛

اکولہ کی ایک خبر مظہر ہے - کہ خان بہادر سید عبدالرحمن سابق ڈپٹی کمشنر اکولہ نے جو کہ آفیشل رسیور بھی تھے - ۸ مارچ کی صبح کو خودکشی کرلی - کہا جاتا ہے - کہ ان کے پاس جو سرکاری روپیہ تھا اس میں سے ۹۰ ہزار روپیہ کے ادخال کے لئے صاحب ڈسٹرکٹ جج نے اصرار کیا تھا ؛

کھڑگپور ۸ مارچ - بنگال ناگپور ریلوے یونین کا ایک وفد ایجنٹ کی خدمت میں حاضر ہوا - اور گفت و شنید کا یہ نتیجہ ہوا - کہ صدر یونین نے اسٹرائک کے خاتمہ کا اعلان کر دیا ؛

ہندو مشن کلکتہ نے تھوڑے عرصہ کے اندر آسام اور بنگال میں ۴۵ ہزار غیر ہندوؤں کو شدھ کیا ہے ؛ (ملاپ)

دہلی ۹ مارچ - دہلی میں جو افغانی سفیر ہے - اسے اپنی حکومت کا یہ حکم موصول ہوا ہے - کہ جلد کابل پہنچو ؛

دہلی ۱۴ مارچ - آج سشن جج مسٹر جانسن نے سوامی شردہانند کے مقدمہ قتل کا فیصلہ سنا دیا اور عبدالرشید کو شردہانند کے قتل کا مجرم قرار دیکر اس کے لئے سزائے موت تجویز کی ؛

آگرہ ۱۲ مارچ - آج مسٹر ایجنٹ ڈسٹرکٹ جج نے پنڈت کالی چرن مصنف ودھیر جیون کی اپیل کا فیصلہ سنا دیا - اپیل مسترد کر دی گئی - اور ماتحت عدالت کا فیصلہ بحال رکھا گیا - مرافعہ گذار کی طرف سے مسٹر - ٹی - براؤنے بیرسٹر ایٹ لا اور مسٹر اشرفی لال وکیل پیش ہوئے - مسٹر بھارگو اور سرکاری وکیل مقابلے میں مجیب تھے ؛

ممالک غیر کی خبریں

ٹوکیو ۹ مارچ - سلسلہ ریلوے میں اختلال پڑ جانے اور سڑکوں اور راستوں میں شگاف اور شکست و ریخت ہو جانے کی وجہ سے مصیبت زدگان زلزلہ کی امداد و اعانت میں سخت دقت واقع ہو رہی ہے - چند طیاروں سے رسد رسانی کا کام لیا جا رہا ہے - طیاروں میں بیٹھ کر دیکھنے والوں کا قول ہے - کہ جہاں جہاں دو دن پہلے سرسبز و خوشحال دیہات تھے - وہاں اب دھواں اٹھتا نظر آتا ہے - جگہ جگہ لاشیں پڑی نظر آتی ہیں - جن پر بہت لوگ ہاتھ اٹھائے ایصال ثواب یا تجہیز و تکفین کی رسم ادا کر رہے ہیں - ریلوے لائن کے برابر مصیبت زدہ اور خانماں برباد لوگ اس طرح قطار در قطار تانتا باندھے چلے آ رہے ہیں - جیسے چیونٹی دل ؛

سرکاری رپورٹوں سے معلوم ہوا ہے - کہ کیوٹو میں ۲۲۷۵ آدمی ہلاک اور ۴۴۳ مجروح ہوئے - دفتر وزارت داخلیہ نے جو اعداد اتلاف جان کے متعلق شائع کئے ہیں ان کی تعداد ۴۴۷۴ ہے - جن میں ۱۶۹۹ صوبہ ٹوکیو میں ہلاک ہوئے - اور اس صوبہ میں ۷ ہزار مکانات منہدم ہو کر خاک میں مل گئے یا آگ میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے ؛

قصبہ مینی یامہ سے یہ دردناک خبر آئی ہے - کہ یہاں ایک ہزار مکانات تھے - جو زلزلہ کے پہلے ہی جھٹکے میں منہدم ہو گئے - اور تمام مکین ملبہ میں دب گئے - جھٹکے کے بعد ہی آگ لگ گئی - اور ملبہ میں دبے ہوئے آدمیوں کی فلک فرسا چیخیں دہلا ہلائے دیتی تھیں - جو زندہ جل رہے تھے - لیکن ملبہ کے نیچے سے نکل نہیں سکتے تھے - یہی قیامت خیز مناظر چاروں طرف دیکھنے میں نظر آتے تھے - نصف گھنٹہ بعد دوسرا جھٹکا آیا - جس نے رہا سہا بھی خاک میں ملا دیا - اور بہت سے زخمی اور جو لوگ عالم نزع میں تھے - وہ ہمیشہ کے لئے ٹھنڈے ہو گئے ؛

یہی حالت قصبہ آمینو کی ہوئی - جو ساحل سمندر پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے - یہاں چھ سو مکانات گرے - اور مکینوں کو ملبہ نے زندہ در گور کر دیا - پھر آگ لگ گئی - اور وہ لوگ وہیں کے وہیں جلکر خاک میں مل گئے - ایک ہزار سے زیادہ آدمی ضائع ہوئے - اسی قصبہ میں ایک تھیٹر کے اندر لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے - کہ قدرت نے ایسا تماشا دکھایا - کہ تھیٹر کی چھت اور دیواریں ان پر آپڑیں - ۲۰۰ آدمی مر گئے اور ۵۰۰ زخمی ہوئے ؛

مثل مشہور ہے - کہ مرتے کو ماریں شاہ مدار - زلزلہ کی قیامت خیزیاں ہی کیا کم تھیں - کہ قہر آسمانی بھی نازل ہونے لگا - شدید طوفان باد و باراں نے مصیبت زدگان کی زندگی تلخ کر دی - لکھو کھا خانماں برباد جو کس مپرسی کی حالت میں فاقوں مر رہے تھے ان کا طوفان نے ناطقہ بند کر دیا - بہت سے آدمیوں کے سب بال بچے ضائع ہو گئے - اور اس وقت ان کی حالت مجنونوں کی سی ہو رہی ہے - اندیشہ ہے کہیں یہ لوگ ٹھٹھر کر نہ مر جائیں - زیر زمین گرج کی سی آواز دفعتاً فوقتاً سنائی دیتی ہے - جو لوگ زندہ بچے ہیں وہ آواز سن کر ان کی روح فنا ہو جاتی ہے - لاشوں کے کوہ پیکر ڈھیر لگے ہوئے ہیں - لیکن لوگوں کو اتنی فرصت کہاں - کہ ان کی مٹی ٹھکانے لگا دی جائے - راستوں پر برف جمی ہوئی تھی ؛

شنگھائی ۱۰ مارچ - مقام پانگسی پو میں جہاں پنجابی پلٹن مقیم ہے - ہندوستانی زبان میں چھپے ہوئے اشتہارات پائے گئے ہیں - جن میں سپاہیوں سے درخواست کی گئی تھی - کہ وہ چینیوں پر گولی نہ چلائیں ؛

رگبی ۱۱ مارچ - لنڈن اور ہونالولو کے مابین لاسلکی ٹیلیفون کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے - اور آج سے ہر شخص گفتگو کر سکے گا ؛

وارسا ۱۰ مارچ - پولینڈ کے علاقہ لوڈز میں کارخانجات پارچہ بافی کے دو لاکھ مزدوروں نے ہڑتال کر دی تھی - جس پر اب گورنمنٹ نے تدابیر اختیار کرنی شروع کر دی ہیں - اور مالکان کارخانجات کو مدعو کیا ہے - کہ وہ وارسا آکر وزیر تجارت سے بات چیت کریں - کاریگروں نے ۲۵ فیصدی اضافہ اجرت کا مطالبہ کیا ہے - لیکن مالکان صرف ۶ فی صدی دینا چاہتے ہیں - یہی وجہ ہڑتال کی ہے ؛

لنڈن ۷ مارچ - کان پھٹنے سے جن ملازمین کی موت واقع ہوئی تھی - ان کے جنازے کے جلوس میں ۸۰ ہزار سوگوار شریک تھے - جلوس تقریباً تین میل لمبا تھا ؛

اوساکا ۱۱ مارچ - مغربی جاپان میں خوفناک طوفان باد و باراں برپا ہے - زلزلہ کے مصیبت زدگان کی تباہ حالی المضاعف ہو رہی ہے - صوبہ ٹانگو کی بہت سی پناہ گاہیں تباہ ہو گئی ہیں ؛

اوساکا ۱۰ مارچ - زلزلہ کی بہت سی دلگداز داستانوں میں سے ایک ایسی ہے - جو مسرت پر منتج ہوئی ہے - ایک چار سالہ لڑکی ایک گرتی ہوئی دیوار کے نیچے آگئی - لیکن حیرت انگیز بات ہے کہ وہ بچ گئی - اور بعد کی آتشزدگی جو کہ ۸ گھنٹے تک جاری رہی - اس پر اثر نہ کر سکی - اس کے والدین نے تباہ شدہ مکان کے کھنڈروں کو دیکھنا شروع کیا - لیکن ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا - کہ ان کو اپنی لڑکی زندہ اور سلامت مل جائے گی - ان کو ایک دھیمی سی آواز آئی - ڈھیر ہٹائے گئے تو وہ لڑکی بالکل صحیح سلامت مل گئی ؛

لنڈن ۱۱ مارچ - ملک معظم نے سر ہیو سٹیفنس کو بہادر اڑیسہ کے گورنر مقرر ہونے پر بارونٹ بنا دیا ہے - اور انہیں سٹار آف انڈیا کا خطاب دیا ہے ؛

رگبی ۱۱ مارچ - سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے - کہ مختتمہ ۳۱ دسمبر میں ۵۶-۱۳ یہودی تارکان وطن جن میں ۴۵ بچوں - ۸۵۴ عورتوں